مرور

وہ زخمی تھا لیکن دھشت پسند تھا

وہ مر رھا تھا لیکن پولیس اسکا تعاقب کر رھی تھی

وہ اپنے وطن کی جنگ آزادی کا علمبردار تھا
لیکن قانون کی نگاھوں میں مجرم تھا

پولیس اسے گرفتار کرنا چاھتی تھی - اسے
کیفر کردار تک پہچانے کے لئے -

ایک مصور اسکی جان کنی سے وہ شاھکار تخلیق
کرنا چاھتا تھا جو زندگی کے معمے کا حل ھو -

ایک فاقہ مست اسے پولیس کے حوالے کرکے
انعام حاصل کرنا چاھتا تھا

ایک پادری اسکی روح کو بچانے کی کوشش
کر رھا تھا

——اور اسکی محبوبہ اسے اپنے لئے چاھتی تھی

نہ جانے وہ کیا سوچ رھا تھا——وہ مغرور

جسکا ھر قدم اسے موت کی طرف لئے جا رھا تھا

Taj Tahir Foundation

مفرور

ایک ناول

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

مقروض

Taj Tahir Foundation

مصنف :- ایف۔ ایل گرین

ترجم :- ابو سعید قریشی

مکتبۂ اردو

لاہور

UBAU-3-44

ناشر: افتخار علی چودھری

مقامِ اشاعت: مکتبہ اردو، لاہور

مطبع: اردو پریس لاہور

قیمت: ~~2/8/-~~

MAKTABA-E-URDU
2/12
LAHORE

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

پیش لفظ

مکتبہ اُردو نے طبعزاد ناولوں اور افسانوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ دوسری زبانوں کے جواہر پاروں کو بھی اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے ۔ چنانچہ اسی کوشش کا تازہ نتیجہ یہ ناول ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ یہ ناول انگریزی زبان کی ان ادبی تخلیقات میں سمجھا جاتا ہے جس پر اس زبان کے بولنے والوں کو ناز ہے اور اب تک لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکا

ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ پردۂ سیمیں پہ پیش ہو کر بھی مقبولیت کی نئی بلندیوں کو چھو چکا ہے۔ جن لوگوں کی نگاہوں میں مشہور فلم "اوڈ بین آؤٹ" گزر چکی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ فلم کس درجہ بلند ہے۔ اور پے در پے ہنگامہ خیز واقعات کو کتنی خوبصورتی اور فن کارانہ انداز میں سلولائڈ پر پیش کیا گیا ہے ـــــ ممکن ہے بعض سطحی نظر رکھنے والے لوگ اسے محض مار دھاڑ کی فلم سمجھیں اور اُن بے شمار خوبیوں کو نظر انداز کر دیں جو اس کے دامن میں بکھری پڑی ہیں ـــــ مگر ہمارے پڑھنے والوں میں ان صاحبانِ ذوق کی کمی نہیں ہے جن کی فکری بصیرت ان نفسیاتی گہرائیوں کا احاطہ کر سکتی ہیں جو اس ناول اور اس فلم کا خاص حصہ ہیں۔ بظاہر یہ ناول انقلابیوں کے ایک ایسے گروہ کے گرد گھومتا ہے جو ایک کارخانے کے خزانے کو لوٹ کر اپنی تنظیم کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس مقصد کے زیرِ اثر خطرناک سے خطرناک اقدام کے لئے بھی تیار ہے ـــــ لیکن بات یہیں تک محدود نہیں ہے ناول کے مصنف نے جا بجا ان نفسیاتی میّجات کو گرفت میں لانے کی کوشش کی ہے جو اس مختصر سے گروہ کی جد و جہد کے پیچھے برسرِ عمل ہیں، اور میں سمجھتا ہوں ناول کی سب سے بڑی خوبی اور امتیازی خصوصیت یہی ہے۔ ویسے تو ناول کے سب کردار زندہ، توانا اور جاندار ہیں۔ مگر جو کردار سب سے پیارا نظر آتا ہے وہ ایگنیس ہے ـــــ ناول کی خاموش طبع ہیروئن جو محبت کی آگ میں چپکے چپکے جلتی رہتی ہے۔ اور آخر اپنے محبوب کے ساتھ گولی کا نشانہ بن جاتی ہے۔ ایگنیس کی یہ ایثار پیشگی

Taj Tahir Foundation

والہانہ محبت کا یہ جرأت پسندانہ اقدام قارئین اور ناظرین پر بہت گہرا اثر چھوڑتا ہے اور یہ لڑکی ناول کے صفحات سے نکل کر دلوں کی گہرائیوں میں سانس لینے لگتی ہے اور ایک زندہ کردار کا یہی تقاضا ہے۔ ترجمے کے بارے میں میں کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ابو سعید قریشی ہماری جانی پہچانی ادبی شخصیتوں میں شامل ہیں ـــــ اب تک وہ کامیاب طبع زاد ناول "تہمت" اور "ڈرپوک" اردو ادب کو دے چکے ہیں ـــــ اس کے علاوہ ایک ڈراما "انسان کی زندگی" کا ترجمہ بھی انہی کے قلم کا مرہونِ منت ہے ترجمہ رواں اور شگفتہ ہے۔ اور مترجم نے مصنف کے ساتھ ساتھ چلنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

میرزا ادیب
۳۰ جون، لاہور

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

ڈاکہ

(۱)

رمل ایک گنجان آباد علاقے میں واقع تھی، جہاں انسانوں کے ریوڑ، نیچی چھتوں کے مٹیالے ڈربوں میں زندگی کے دن بتا رہے تھے۔ ڈربوں کے سر پہ دنیا کی اس تیسری بڑی کپڑے کی فیکٹری کی دیوار کسی دیو آسا سنگین چٹان کی طرح کھڑی تھی۔ ڈھلتے سورج کی روشنی اس دیوار کے شیشوں سے ٹکرا کر فیکٹری اور آبادی کی درمیانی فضا پر گلابی دھند بن کر برسنے لگتی۔

نومبر کی ایک ایسی ہی سہ پہر
کوئی ساڑھے تین کے لگ بھگ جب فیکٹری کا خزانچی، تنخواہیں تقسیم کرنے والے کلرک کو ایک بھاری رقم دیا کرتا تھا، ایک سیلون کار فیکٹری کی سیڑھیوں کے سامنے آ کر رکی۔

کار میں چار نوجوان تھے۔ ۲۸، ۳۰ کی عمر، خوش پوش، جیسے کسی بڑی فرم کے مینجر ہوں ـــ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نہایت اطمینان سے اُترے اور اپنے تیسرے ساتھی کا انتظار کرنے لگے جو ڈرائیور کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

فیکٹری کا دروازہ کھلا، جھولا اور بند ہو گیا۔

ڈرائیور کے کان انجن کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ کار اسی دن چرائی گئی تھی اور اپنے تمام تجربے کے باوجود ڈرائیور ابھی اس کا مزاج نہیں پہچان سکا تھا اور اسے ڈر تھا کہ مشین کہیں انہیں دھوکا نہ دے۔ اس نے سڑک کے دونوں طرف نگاہ دوڑائی ـــ صرف دو عورتیں جن کے شانوں پر شال تھے اور دُور ایک مکان کے دروازے کے سامنے تین بچے ـــ اور کوئی نہیں تھا، سڑک ویران پڑی تھی لیکن کون جانے کون کہہ سکتا تھا کہ اور تھوڑی دیر میں کیا ہو گا ڈرائیور چوکنا ہو گیا۔ کار کا دروازہ تو کھلا تھا۔ ٹھیک! مگر وہ آ کیوں نہیں رہے تھے؟ اس کے ساتھی!

وہ پہلے بھی اسی قسم کی دو مہموں میں اپنے فن کا کمال دکھا چکا تھا اور دونوں کامیاب ہوئی تھیں۔ کام ختم اور یہ جا وہ جا۔ وہ خطرے کی حدود سے گولی کی طرح نکل کر اپنے ساتھیوں اور مالِ غنیمت سمیت اپنی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ خیریت سے، حفاظت سے، کامیابی سے!!! مگر آج اپنے ساتھیوں کا انتظار کرتے وقت، اس کے اعصاب پر پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی جو گزشتہ موقعوں پر، ساتھیوں کے انتظار کے دوران میں اور خطرے کی حدود سے نکلنے سے پہلے طاری ہوئی تھی ـــ انتظار اور خطرے کی صبر آزمائی اور اپنے ساتھیوں کا عصبی ہیجان۔

اندیشے، اضطراب، ہیجان، نقاہت اور درد.....! اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا

درد بڑھ رہا تھا، اندیشے بڑھ رہے تھے۔ ساعتیں پھیل گئیں، وقت کے پاؤں بوجھل ہو گئے ——— وہ آ کیوں نہیں رہے تھے، اس کے ساتھی؟؟؟

اس کا پیٹ سکڑ گیا، جیسے درد سے، یا، یا کسی نے اچانک گھونسہ دے مارا ہو۔ اور اسے محسوس ہوا کہ بات بگڑ گئی ہے۔

(۳)

وہ نوجوان جو ڈرائیور کے پہلو سے اُٹھ کر گیا تھا؛ انقلابی گروہ کا سردار تھا۔ اس کی عمر انتیس سال کی تھی۔ نام الائیسٹیس جوَن مرطح عرف جوَنی! اس کے ہموطن اسے اسی نام سے یاد کرتے تھے۔

۱۴ ماہ پیشتر جوَنی کو بیلفاسٹ میں اسلحہ اندوزی کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا اس سے پہلے کئی سال تک اس نے ایک مفرور کی زندگی بسر کی تھی۔ اسے انقلابی جماعت کا رکن ہونے کی حیثیت سے سترہ سال قید کی سزا ملی تھی، لیکن سزا کی مدت کو ابھی چار ہی مہینے گذرے ہوں گے کہ وہ جیل سے فرار ہوا اور روپوش ہو گیا۔ اس کی گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کیا گیا اور پولیس نے اس کی تلاش میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔

اس کی گرفتاری کے لئے دور دور تک جال بچھے ہوئے تھے ——— شہر، گاؤں، پہاڑ، دلدلیں اور ساحلِ سمندر، کوئی جگہ ان چیزوں سے خالی نہ تھی۔ لیکن وہ شہر کے مرکز سے صرف دو میل کے فاصلے پر اپنے ایک 'ہمدرد' کے یہاں رہتا تھا اور یہیں اس نے پارٹی کے لئے سرمایہ مہیا کرنے کی غرض سے اس ڈاکے کا پروگرام بنایا تھا۔

اس مہم پر آنے سے پہلے وہ صرف دو بار اپنی پناہ سے نکلا تھا۔ ایک بار جون کی ایک شام کو اور دوسری مرتبہ ستمبر کی ایک طوفانی سہ پہر کو۔ اور وہ دونوں دفعہ محض سیر کے لئے، باقی تمام عرصہ اس نے مکان سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ لیکن اس کے خیالات اسی مہم پر لگے رہے تھے۔ وہ اس سنسنی کا انتظار کر رہا تھا، اس کی رُوح اور اس کے اعضاء اس ہنگامے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ لیکن جب آخر کار وہ دن آیا تو وہ کار میں گم سم بیٹھا رہا ——— یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی رُوح اس مختصر مکان کی چہار دیواری میں سکڑ کر رہ گئی ہے جہاں وہ قانون سے روپوش تھا، اور وہ اس کھلی فضا سے گھبرا گیا ہے جو روشنی اور رنگ، حرکت اور آواز کی لہریں بن کر اس کے اعصاب سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کا جسم مہینوں کی کاہلی کے باعث سست ہو چکا تھا اور اس کی قوتِ ارادی ان مبہم لیکن خوفناک تاثرات پر قابو پانے سے قاصر تھی جو اس کی روپوشی کے دوران میں اس کی رُوح میں آہستہ آہستہ جذب ہوتے گئے تھے۔ اس کی رُوح ایک رات سے فقط ایسے خواب دیکھ رہی تھی جن میں زندگی کے تلخ حقائق کو کوئی دخل نہ تھا۔

نقاہت بڑھ گئی۔ اس کی خود اعتمادی کہاں تھی..... یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر کسی چیز کی کمی واقع ہو گئی ہے اور حالانکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیکٹری کے دروازے کی طرف جاتے وقت وہ ہنس ہنس کر نہایت ہی بے تکلفی سے باتیں کر رہا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ یہ محض پیشہ ورانہ لاپروائی ہے، تاکہ کسی کو شک نہ ہو جائے۔ اس کی نقاہت کا احساس اور بڑھ گیا جیسے اس کا زندگی کی وسیع حقیقت سے کوئی سروکار نہیں بلکہ وہ اس مختصر کمرے کا ایک جزو ہے جس میں وہ ایک مدت سے چھپا ہوا تھا۔

مل کے وسیع ہال میں قدم رکھتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے مشینوں کے شور،

انسانوں کی آوازوں، پتھر کے ٹھنڈے فرش، دیواروں سے خنکی کی بُو اور ہوا کی گرم اور سرد لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

خزانچی کے کمرے کے سامنے، برآمدے میں، ایک لمبوترا قد آدمی ـــــ جس کی تیوڑی چڑھی ہوئی تھی، ایک ہاتھ میں کاغذوں کا پلندہ تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں جیبی گھڑی کی زنجیر ـــــ ایک گم سم، مؤدب اور ماتحت قسم کے نوجوان کو ڈانٹ رہا تھا جونی اور اس کے ساتھیوں کو آتا دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے ان کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جو پوچھ رہی تھیں کہ تم کون ہو؟ اس مداخلت بے جا کا مطلب؟.... اس کے خدوخال میں جونی کو مل کا، فیکٹری کی زندگی کا چہرہ نظر آیا۔ زندگی، جس پر وہ ہلّہ بولنا چاہتے تھے۔ حقیقت کا چہرہ، حقیقت جو گرج رہی تھی، تیوری چڑھا رہی تھی اور جونی کو کچلنے کے درپے تھی۔

جونی نے چاہا کہ کسی گھناؤنے خواب کے اس خوفناک چہرے کے نقوش کو اپنے ذہن سے مٹا ڈالے، بھول جائے، خطرے میں نہ لائے، لیکن وہ ناکام رہا۔

تاہم مہم کی ہر تفصیل پر مہینوں پہلے کے تیار شدہ پروگرام کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جونی کو اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے، جیسے وہ کسی خواب کے تانے بانے سے ایک اور خواب تیار کر رہا ہے مگر نقش اُبھر نہیں رہے۔

تینوں نوجوان ـــــ جونی اور اس کے ساتھی ـــــ ایک برآمدے سے ہو کر تیزی سے ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے ـــــ اب کمرے میں کام کرنے والے کلرک ان کے ریوالوروں کی زد میں تھے۔ لیکن جونی اور اس کے ساتھیوں کے حکم اور توقع کے

خلاف وہ چونک کر دیوار کے ساتھ نہ کھڑے ہوئے۔ بلکہ وہ حیرت سے حملہ آوروں کا منہ تکنے لگے۔ ان کے چہرے دمک کر پیلے پڑ گئے، آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے ایک دوسرے سے کچھ کہا اور ان کی نگاہیں پھر حملہ آوروں پر گڑ گئیں۔ ان کے ہونٹ ہلے، حلق سے کچھ بڑبڑانے کی آواز بلند ہوئی، گویا وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ پھر دفعتاً" ان میں سے دو عقبی دروازے سے بھاگے، دروازہ کھٹاک سے بند ہو گیا اور ایک اور کلرک کانپتا ہوا الماری کے پیچھے چھپ گیا۔

باقی کلرک، جونی کے ساتھی مرفی کے ریوالور کے سامنے ایک کونے میں سہمے کھڑے تھے اور حملہ آوروں کی طرف یوں تک رہے تھے جیسے انہیں یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ سچ ہے، حقیقت ہے۔

جونی نے اُدھ کھلے سیف کا پٹ کھولا ـــــ نوٹ اور چاندی کے چمکیلے سکے! ـــــ اور چند ساعتوں کے لئے اس کا خواب حقیقت بن گیا اور اس کے ہاتھ، مالِ غنیمت اور کینوس کے ان تھیلوں کے درمیان رقص کرنے لگے جو اس کے ساتھی اس مقصد کے لئے ساتھ لائے تھے۔

کمرے کی کھڑکی ڈھلتے سورج کی روشنی سے دمک اٹھی تھی۔

"ہاں! وہ مرفی ہے" جونی نے جیسے خواب کے عالم میں اپنے ساتھی کو پہچان لیا۔ "خواب کی دھند بڑھ گئی" لیکن میں یہ کیا کر رہا ہوں..... اسی دفتر میں..... یہاں، اور وہ خوفناک چہرہ....."

اس کی طاقت پھر جواب دے رہی تھی۔ لیکن وہ اپنے کام میں مصروف رہا ـــــ اس کا ہاتھ لوہے کی پیٹی اور کینوس کے تھیلے کے درمیان رقص کر رہا تھا ـــــ نقاہت کے باوجود

اسے نہ خوف کا احساس تھا، نہ عصبی ہیجان!

"جیسے خواب ہو۔۔۔" اس نے سوچا "خواب کی روئداد۔۔۔"

پھر اسے یاد آیا کہ یہ تو بہت پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ مہینوں پہلے پروگرام بنا تھا اور اس نے کوئی تفصیل ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔ البتہ اپنی نقاہت اور اس خوفناک چہرے کے بارے میں اس نے کچھ نہیں سوچا تھا۔

"تھیلے بھر گئے۔۔۔"

ایک تھیلا جونی نے خود اٹھا لیا، باقی اس کے ساتھی نے مرنی کو تھمائے۔۔۔۔۔

اب وہ ہال میں تھے، ان کے ریوالور ان کے کوٹوں کے نیچے لیکن ہاتھ دستوں پر، تاکہ بوقتِ ضرورت۔۔۔۔۔ ان کے قدموں کی آواز برآمدوں میں گونج رہی تھی۔

جب وہ ہال میں پہنچے تو جونی ہچکچایا۔ اس کی بانہوں اور ٹانگوں سے جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔۔۔۔۔ جیسے خواب میں۔۔۔ اور اس کے ساتھی ہال کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ جونی کو احساس ہوا کہ وہ اکیلا رہ گیا ہے ـــــ اکیلا ـــــ اکیلا ـــــ اکیلا!! اور اس کی رفتار پھر تیز ہو گئی اور اس نے اپنے ساتھیوں کو جا لیا۔ لیکن صدر دروازے کے باہر، سیڑھیوں پر پہنچ کر وہ پھر رک گیا۔ دن کے اُجالے سے ایک طوفان اُٹھا اور اس کے ذہن سے ٹکرایا ـــــ سیلون کار، مضطرب ڈرائیور، فیکٹری کی دھمک، آدمیوں کی آوازیں، ٹریفک کا شور۔۔۔۔۔

وہ چکرا گیا۔ رک گیا، بوکھلا گیا! اسے یوں محسوس ہوا جیسے سیڑھی پر قدم رکھنا کسی طوفانی سمندر میں غوطہ لگانا ہے۔ اس کے ساتھی سیڑھیاں اُتر چکے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ لیکن عین اسی میں اسے اپنے عقب میں آوازیں سنائی دیں ـــــ

دو آدمی! ایک آگے ایک پیچھے، ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ ہٹا کٹا تھا۔ خونخوار...
اور دوسرا جو اس کے پیچھے آ رہا تھا، دُبلا پتلا، سرمئی سوٹ میں ملبوس، غصے میں بھرا ہوا، تشدد پر تُلا ہوا۔ دونوں جوتی کی طرف لپکے اور آنکھ جھپکتے میں تینوں گتھم گتھا، ہانپ رہے تھے، اُلجھ رہے تھے۔

"خواب ہے....." جوتی نے انہیں پچھاڑنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچا
تعجب نہ خوف!

"خواب ہی کی طرح لگتا ہے....."

جوتی نے تھیلا پھینک دیا..... اس کا ہاتھ لاشعوری طور پر ریوالور کی طرف بڑھا۔ لیکن یہ آوازیں کیسی آ رہی تھیں۔ خواب! وہ گر پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اب وہ لمسے پیٹ رہے تھے جیسے خواب میں — درد کا احساس بھی نہیں تھا بالکل خواب کی طرح — شعلے، دھماکے اور ریوالور والے ہاتھ کو جھٹکے کے بعد بھی اسے یہ سب کچھ خواب ہی معلوم ہوا، لیکن خزانچی کی بھاری بھرکم ساکت لاش اسے کچلے دے رہی تھی۔ جوتی نے اسے دھکیل دیا — آوازیں، شور، ایک اور شعلہ، ایک اور دھماکہ —! اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اور بائیں ہاتھ سے درد اٹھا اور شعلے کی طرح جھلستا ہوا بازو اور بدن کی طرف بڑھا۔ وہ چیخ اٹھا۔ اسے ڈر تھا کہ وہی شعلہ جس نے اس کے ہاتھ اور بازو کو جھلس دیا تھا اسے نگل نہ جائے۔ دفعتاً مضبوط ہاتھوں نے اسے اپنی گرفت میں لے کر اٹھا لیا۔ "وہی ہوں گے" اس نے سوچا "وہی دونوں..... خونخوار اور اس کا ساتھی" جوتی ان کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ شہر کا شور پھر اس کے اعصاب سے ٹکرایا۔ ڈھلتے سورج کی گلابی دھند پھر چمک اٹھی۔ اسے کوئی بُلا رہا تھا۔ اسے یاد آ گیا۔

"سرفی اور نوین!"

اور پھر اسے سارا خواب یاد آگیا۔ کس طرح اس نے اور پارٹی کے دوسرے افسروں نے مل کر چھاپہ مارنے کی سکیم بنائی تھی اور پارٹی کے دوسرے کارکن حمایتی عورتوں کی مدد سے مہینوں فیکٹری کے دفاتر، خزانچی کے ساتھ کام کرنے والوں کی نقل و حرکت، بینک سے روپیہ لانے لیجانے اور بانٹنے کے اوقات کی تفصیل معلوم کرتے رہے تھے.... اور آخر کار کس طرح انہوں نے پارٹی کے لئے فنڈ مہیا کرنے کی خاطر ہل پر چھاپہ مارنے کا تہیہ کیا تھا۔

"ہاں" وہ سوچ رہا تھا "ہم نے پروگرام بنایا تھا...."

لیکن اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ شاید اس نے خواب دیکھا ہو، یا سچ مچ؟ مگر وہ وہاں کیا کر رہا تھا؟ اسے آوازیں کیوں دی جا رہی تھیں؟ کیا اسے سترہ سال قید کی سزا نہیں ہوئی تھی؟ یہ سخت زمین کیسی تھی..... کن کی آوازیں.... کن کی باہنیں؟.....

وہ اٹھا، لڑکھڑایا، باہنوں نے اسے سہارا دیا ــــ کار کی طرف۔ اسے مسیح کے واسطے دئے جا رہے تھے کہ جلدی چلے..... وہ مر گیا ہے..... وہ.... خدا کے لئے، مسیح کے لئے..... الارم ہو رہا ہے، تم سن نہیں رہے؟.... اوہ! یہ زخمی ہے..... کھینچ کے لے چلو.... کھینچ کے..... اندر کھینچ لو....

"خواب ہے" اس نے سوچا "ڈراؤنا خواب!"

اس نے اپنے ساتھیوں کو کار کے اندر گھستے ہوئے دیکھا۔

"جلدی کرو جونی جلدی کرو...." اس کے ساتھی اسے کار کے اندر آنے کو

کہہ رہے تھے۔

"ہاں!" اس نے سوچا "وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے کار کے اندر....."

لیکن اسے پھر وہی خواب یاد آ گیا۔

"ہاں! میں نے خواب دیکھا تھا..... مالِ غنیمت لے کر ہمیں کار میں وہاں جانا تھا جہاں میں چھپا ہوا ہوں..... مگر کیا ہوا ہے، کچھ ہوا ضرور ہے....."

اس نے کار کو پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا لیکن بائیں ہاتھ اور بازو میں پھر درد اٹھا۔ اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ لڑکھڑایا اور ہانپتا ہوا آنکھیں جھپکنے لگا جیسے وہ ابھی ابھی کسی بھیانک خواب سے جاگا ہے۔

اس کے ایک ساتھی نے کار سے باہر نکل کر اسے فٹ بورڈ پر گھسیٹ لیا۔ جونی کی آنکھوں کے سامنے اینٹھے ہوئے چہرے ابھرے اور کانوں سے وحشیانہ آوازوں کا ایک سیلاب ٹکرایا۔

"وہ کار کے اندر ہیں....."

کار فراٹے بھرنے لگی..... موڑ! جونی کو ہچکولا لگا۔ اس نے چاہا کہ فٹ بورڈ سے کار کے اندر چلا جائے لیکن درد نے اسے پھر جھلس کے رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے..... یہ کیا ہو رہا ہے؟....."

جونی کی آنکھوں کے آگے ہر چیز گھوم گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسکا جسم زور سے کسی سخت چیز کے ساتھ ٹکرایا۔ اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ اس نے سانس لینے کے لئے منہ کھولا تو اس کے منہ میں مٹی بھر گئی اور ناک میں سڑک کے ٹھنڈے پتھروں کی بو بس گئی ——— وہ ہانپ رہا تھا اور اس کے سامنے

حدِ نگاہ تک گلابی آسمان پھیلا ہوا تھا۔

"مج....." اس نے سوچا "میں خواب سے جاگا ہوں"

وہ اٹھ بیٹھا اور اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ـــ مکان، ڈربے.... عورتوں کا جمگھٹ جو اسے تک رہا تھا۔ وہ ڈر گیا!

"مجھے کچھ ہو گیا ہے..... کیا ہوا تھا مجھے..... کار... پیٹ، مرغی اور نرگن..... اور....."

اس کے ذہن میں عجیب اور مہیب منظر جاگ اُٹھے۔ فائر، چیخیں، خوف سے اینٹھے ہوئے چہرے" اس کا تعاقب کرتے ہوئے دو آدمی ـــ وہ اٹھا اور چند قدم لڑکھڑا کر ایک دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ عورتیں اسے بدستور دیکھ رہی تھیں اور کچھ کہہ رہی تھیں۔ اس سے کچھ کہہ رہی تھیں۔

"میں خواب دیکھ رہا تھا" اس نے سوچا۔

ڈرا ہوا، گھبرایا ہوا وہ پھر آگے بڑھا..... مڑا... سامنے سڑک سنسان تھی... ... وہ چلتا گیا۔ سڑک ختم ہو گئی مگر اس کے قدم نہ رُکے۔ وہ بڑھتا گیا، بستی کے مرکز کی طرف، ڈربوں کے دل کی طرف ـــ اب اس کے سامنے ایٹریڈ شیلٹر تھے ایک قطار تھی ان کی ـــ پھر وہی درد! سڑک ویران تھی۔ وہ ایک شیلٹر کی طرف بڑھا اور دائیں ہاتھ سے اس کا دروازہ بند لیا۔

شیلٹر کے اندر، غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی مدھم روشنی میں اس کے شعور میں خواب اور حقیقت پھر آنکھ مچولی کھیلنے لگے ـــ اب اسے سیل اور بوجھل ہوا کا احساس ہو رہا تھا اور وہ سامنے روشنی کی شعاع آ رہی تھی۔ دن کی روشنی! اور یہ، اور یہ،

Taj Tahir Foundation

یہ شور ـــ شہر کی آوازیں! اس کا ذہن خواب سے حقیقت کے تار علیٰحدہ کر رہا تھا وہ بیٹھ گیا اور خواب کی دھند سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن درد پھر اُبھرا اور اس نے دیکھا کہ بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی سے لے کر کلائی تک کچے گوشت کی لکیر نظر آ رہی تھی جس کے نیچے سے ہڈیاں اور نسیں جھانک رہی تھیں... اور بازو کے اوپر کوٹ کی آستین لہو سے بدرنگ ہو گئی تھی۔

"تو میں زخمی ہوں!"

اور اسے خواب کا وہ حصہ یاد آ گیا۔ جس میں وہ اپنا تعاقب کرنے والوں سے گتھم گتھا ہوا تھا..... اور وہ بھاری لاش جس کا وزن اسے کچلے دے رہا تھا۔ اور اس کے ساتھیوں کا کار سے چیخنا کہ وہ مر چکا ہے ـــــ مہم کی ایک ایک تفصیل پھر زندہ ہو گئی۔ حقیقت کی تفصیل۔ ڈاکہ، قتل، زخم!

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ گر پڑا ـــــ وہ بیہوش ہو چکا تھا

(۳)

کار کے ڈرائیور نے جب بل کے ملازموں کو جوتی کے پیچھے لپکتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ ان کی چھ ماہ کی سکیموں اور سازشوں، محنت اور انتظار پر پانی پھر گیا ہے اس نے دیکھا کہ زکن اور مرفی کار کی طرف لپک رہے ہیں ـــ پھر فائروں کی آواز گونجی اور جوتی کا تعاقب کرنے والے سیڑھیوں پر مردہ نظر آیا۔

اس کا دایاں پاؤں ایکسیلیریٹر کو دبا رہا تھا اور بایاں کلچ چھوڑنے کے لئے بیچین تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ وہ جوتی کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ وہ خوف سے چیخ اٹھا۔

"جونی! جونی!"

دفعتاً اسے احساس ہوا کہ نولن اور مرتی جونی کو چھوڑ آئے ہیں۔ اور وہ ان پر برس پڑا۔

"اسے بھی لاؤ! جونی کو بھی لاؤ....." وہ ان پر لعنتیں بھیج رہا تھا "جلدی! جلدی ــــ!"

یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ دھب دھب کرتے ہوئے کار کے انجن اور اپنے تینوں ساتھیوں کی طاقت کو یکجا کرنا چاہتا ہے تاکہ اس خطرے سے نکل بھاگے۔ لیکن وہ کس قدر پھوہڑ پنے کا ثبوت دے رہے تھے ــــــ وقت کسی خوفناک کالی گھٹا کی طرح گھر آیا اور پیٹ نے سنا کہ فیکٹری کا الارم خطرے کا اعلان کر رہا ہے۔

آخر کار جونی کار کے فٹ بورڈ پر پہنچ گیا۔ پیٹ نے کلچ چھوڑا، ایکسیلیریٹر دبایا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی ــــ پیٹ نے دیکھا کہ گھروں کے باہر عورتوں کے چہروں پر خوف کی پرچھائیاں ناچ رہی ہیں اور اس نے سنا کہ اس کے ساتھی اسے گاڑی کو روکنے کے لئے پکار رہے ہیں۔ خدا کے لئے! مسیح کے لئے!

اور اسے محسوس ہوا وہ موٹر کے انجن اور اپنے ساتھیوں کی طاقتوں کو یکجا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ وہ ایک، دوسری کو چھو کر علیحدہ ہو گئی تھیں۔

"کھینچ لو، اسے اندر کھینچ لو ــــ اور دروازہ بند کر لو! تم اتنا بھی نہیں کر سکتے اسے اندر کھینچ لو اور دروازہ بند کر دو!"

اور کار فراٹے بھر رہی تھی ــــ تیز اور تیز..... موڑ!!! کار گھومی، پھسلی، پٹڑی

پر چڑھ گئی۔ ہچکولا! جونی گر گیا.....

"روکو! خدا کے لئے روکو!" یہ نولن اور مرفی کی آوازیں تھیں۔ وہ اس کے کانوں میں چیخ رہے تھے "روکو! وہ گر گیا ہے.... واپس چلو"

وہ رُک گیا۔ ہراساں، کمزور، خوفزدہ!

"وہ.... وہ... تینوں.... تینوں کو پکڑ لیں گے....."

"واپس چلو!" نولن پکارا

"اسے اٹھا کر یہاں لے آؤ" پیٹ نے جواب دیا۔

دور جونی کا جسم کسی مردہ ڈھیر کی طرح نظر آ رہا تھا۔

"وہ مر چکا ہے" یہ مرفی کی آواز تھی "وہ ــــ خزانچی!"

"جونی کے ہاتھوں" نولن نے کہا۔ وہ چوکنا ہو گیا "الارم! ہاں، جونی کے ہاتھوں.... چلو! جلدی کرو!"

انہوں نے دیکھا کہ جونی کے جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ وہ اٹھا، لڑکھڑایا اور آنکھ سے اوجھل ہو گیا۔

واپس جانا محال تھا تاہم وہ ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے ــــ پیٹ، مرفی اور نولن ــــ ایک زخمی سے غداری کا الزام! لیکن وہ جانتے تھے کہ واپس جانا حماقت ہے۔ ایک کے بجائے چاروں کی گرفتاری!!!

ڈربوں اور گلیوں کے علاقے سے نکل کر اب وہ شہر کی سب سے بڑی شاہراہ پر پہنچ چکے تھے۔ کار کی گھڑی چار بج کر دس منٹ کا اعلان کر رہی تھی۔ فیکٹری کے حادثے کو چھ منٹ گذر چکے تھے اور اس کے تین کردار اب شہر کی بڑی شاہراہ پر ایک بار ونق

علاقے کی طرف، جا رہے تھے۔

"چھپ جاؤ!"

مرفی اور نولن، کار کی سیٹ سے پھسل کر دروازوں کی اوٹ میں کمبل کے نیچے چھپ گئے۔ پیٹ کو دفعتاً یوں محسوس ہوا جیسے وہ اکیلا رہ گیا ہے اور خوف پھر اس کے رگ و پے میں سرایت کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ (۱) کے خیالات کی سرحدوں کو چھوتا ہوا، عیاری سے، ہولے ہولے، اور پیٹ کو پھر نقاہت کا احساس ہوا، جیسے اس کی قوت ارادی کا بند ٹوٹ جائے گا اور خوف کا سیلاب اسکی روح کو گرداب میں لے لیگا.... لیکن اس کی طبیعت پھر سنبھل گئی۔

اب وہ رائل ایونیو، ڈوینگل سکیئر اور سٹی ہال.... سے ہوتا ہوا ڈبلن کی سڑک پر تھا کار معمولی رفتار پر جا رہی تھی اور اس کا ڈرائیور ٹریفک کے اصولوں کی پوری پابندی کر رہا تھا۔ لیکن ایکا ایکی اسے پھر اسی خوف کا احساس ہوا جو اس کے جسم میں جذب ہو چکا تھا اور اسے خیال آیا کہ کار کی رفتار ان الفاظ کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتی جو ٹیلیفون پر ملک کے کونے کونے میں پھیل چکے ہوں گے اور جو اس کا، اس کے کار کے ساتھیوں اور اس بدقسمت سردار کے جرم کا اعلان کر چکے ہوں گے جو ابھی چند منٹ ہوئے گلی کے نکڑ پر لڑکھڑاتا ہوا آنکھ سے اوجھل ہو گیا تھا۔

کار صرف سات منٹ میں پل کے اداس علاقے سے نکل کر ایک پرسکون رہائشی آبادی میں داخل ہوئی اور ایک خاموش سڑک پر رک گئی۔ سامنے دو عورتیں آ رہی تھیں ایک بچہ گاڑی کو دھکیل رہی تھی جس میں ایک بچہ سو رہا تھا۔ دوسری کے ہاتھ میں سودا سلف لانے کا تھیلا تھا۔ دونوں کسی موضوع پر بحث کر رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ کار کے قریب

پہنچیں، مقابل سے ایک اور عورت آئی۔ وہ بھی بچہ گاڑی دھکیل رہی تھی جس میں ایک بچہ محوِ خواب تھا۔ تینوں عورتیں کار کے قریب پٹڑی پر رُک گئیں اور باتیں کرنے لگیں.....
کار کے ڈرائیور نے لوٹ کے تھیلے عورتوں کے حوالے کئے، جو انہوں نے بچہ گاڑیوں میں چھپائے، اور خود کار کی طرف لوٹنے کے بجائے، کسی اجنبی کی طرح مکانوں کے نمبر دیکھتا ہوا سڑک کے آخری سرے پر پہنچ گیا اور پھر ٹریلم کے اسٹیشن کی طرف بڑھا۔

اسے گئے ابھی ایک منٹ ہی گذرا ہوگا کہ اس کے ساتھی بھی کمبل کے نیچے سے نکلے اور آہستہ آہستہ عورتوں کے پیچھے ہو لئے۔ وہ نہایت اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ رُکے، سگرٹ سُلگائے اور پھر چل پڑے ـــــ سڑک ختم ہوئی تو ان کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ انہیں ابھی ٹریلم پکڑنا تھی.....

اور چوری کی کار وہیں کھڑی رہی حتیٰ کہ کئی گھنٹے گذر گئے۔ گشت کرتے ہوئے سپاہی نے دیکھا کہ اس کی پچھلی بتی بجھی ہوئی ہے۔ کچھ دیر وہ مالک کا انتظار کرتا رہا کہ آئے تو اس سے باز پرس کی جائے لیکن اسے نہ آنا تھا نہ آیا۔ سپاہی کو شک گذرا، اس کا ہاتھ اپنے ریوالور کی طرف بڑھا اور اس کی ٹارچ چمکی ـــــ لیکن کار خالی تھی ـــــ اس نے اس کا نمبر نوٹ کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ پولیس کے ہیڈ کوارٹرز کو ٹیلیفون کر رہا تھا۔

پولیس آئی لیکن علاقے کے لوگ خاموش رہے۔ انہوں نے کار کو آتے دیکھا تھا۔ اس کے ڈرائیور، ڈرائیور کے ساتھیوں اور تین عورتوں کو بھی دیکھا تھا۔ لیکن اپنے دوستوں یا ہمسایوں سے بھی اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ چنانچہ پولیس کو بھی وہ اطلاع نہ مل سکی جس کی اسے ضرورت تھی۔ اور پولیس کی روانگی کے بعد جب وہ اپنے اپنے گھروں میں گئے تو انہوں نے کہا کہ ایسے معاملات میں خاموش رہنا ہی مناسب ہوتا ہے

(۴)

اسی شام کے پانچ بجے سے چند منٹ پہلے کار کا ڈرائیور فالز وارڈ کے ایک مکان میں داخل ہوا، جس کی کھڑکیوں پر پردے تنے ہوئے تھے۔ لیکن، اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا جیسے اس کی قوتِ گویائی سلب ہو گئی ہے۔ وہ ہانپ رہا تھا اور کانپ رہا تھا جیسے اس کے جسم کو بجلی کے جھٹکے لگ رہے ہیں اور اس کی آنکھوں سے یوں لگ رہا تھا گویا کوئی مرگی کا مریض دورے کے بعد ہوش میں آ رہا ہے۔

کوئی تیس ایک سال کے ایک خوش شکل نوجوان نے اسے حوصلہ دینے کی کوشش کی اور کرسی اس کے آگے کھسکا دی کہ بیٹھ جائے۔ اور نوجوان کے ساتھ ایک سیہ چشم سنجیدہ لڑکی چپ کھڑی تھی۔

"گھبراؤ نہیں پیٹ، گھبراؤ نہیں" نوجوان نے کہا "واقعات کی تفصیل بیان کرو۔ خیریت تو ہے نا؟"

نوجوان کی آواز نرم تھی لیکن لہجہ تحکمانہ۔ مگر اس کے سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس کی نگاہیں جیسے مشورے کے لئے سیہ چشم حسینہ کی طرف اٹھیں ــــ حسینہ کی آنکھیں اور سیہ ہو گئیں جیسے ان میں اندیشے کی سیاہی چھا گئی ہو۔

پیٹ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"ڈرو مت، گھبراؤ نہیں..." نوجوان نے کہا۔

دروازہ کھلا۔ مرتی اور نولن کمرے میں داخل ہوئے۔ ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ سے چور، بکھرے بال، چہرے پہ ہوائیاں، سانس چڑھا ہوا، اور گنگ!

Taj Tahir Foundation

نوجوان سمجھ گیا۔ لیکن وہ تفصیل جاننا چاہتا تھا۔

"کیا ہوا؟"

"بے چارہ جوتی!" نو واردوں میں سے ایک نے کہا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"تو یہ کس کا قصور تھا.... اگر تم نے... میرے کہے پر عمل کیا ہوتا....."

"خاموش!" خوش شکل نوجوان کی آواز کمرے میں گونجی "میں واقعات کی تفصیل چاہتا ہوں! جوتی کہاں ہے؟"

لیکن اس کی آواز جوتی کے ساتھیوں کے شور میں گم ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے کو طعنے دے رہے تھے۔ نوکن اور مرتی ڈرائیور کو ذمہ دار ٹھہرا رہے تھے جس نے کار نہیں روکی تھی۔ ڈرائیور کا بیان تھا کہ اس نے کار روکی تھی لیکن مرتی اور نوکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تھے۔

اسی بیچ میں تینوں عورتیں بھی آ گئیں جنہیں ڈرائیور نے لوٹ کے تھیلے دئے تھے، وہ رونے لگیں، لیکن نوکن، مرتی اور پیٹ ایک دوسرے کو کوستے گئے۔

"خدا ہماری حالت پر رحم کرے...." عورتیں چیخ رہی تھیں۔ سسکیاں لے رہی تھیں اور جوتی کے ساتھی آپس میں الجھ رہے تھے۔

"خاموش ہو جاؤ!" خوش شکل نوجوان چیخ اٹھا۔ اس کا نام ڈینیس تھا، انقلاب پسند فوجی جماعت کا نائب سالار "تمہارا کورٹ مارشل کیا جائے گا"

جوتی کے ساتھی بھڑک اٹھے۔

"ہم بے قصور ہیں....."

"حالات ہی ایسے تھے...."

"جرمنی کو کچھ ہو گیا تھا...."

"خاموش!" ڈینس کی آواز آئی۔ "تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ میں واقعات کی تفصیل چاہتا ہوں۔ میں، جرمنی کا نائب!— میں اس مہم کی ناکامی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں!"

"ناکامی؟" نوکن نے لوٹ کے تھیلوں کی طرف اشارہ کیا۔

"سوچ سمجھ کر بات کرو!" ڈینس نے اسے ڈانٹ دیا۔

"اپنے سردار کے بغیر آتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی؟" عورتیں کہہ رہی تھیں۔

نوکن سہم گیا۔

"ہاں تو کیا ہوا تھا؟" ڈینس نے پوچھا

ایک منٹ تک کمرے پر مکمل سکوت چھا گیا۔ سیہ چشم مغرور حسینہ اب تک خاموش تھی۔ دفعتہً اس کا سینہ جیسے ایک ہلکی سی آہ سے متلاطم ہو گیا۔

"میں تفصیلات کا منتظر ہوں" ڈینس نے کہا۔

ان کے بیانات میں بھی وہی ہسٹیریا ہویدا تھا۔ واقعات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ وہ ایک دوسرے کو کوس رہے تھے اور ہر کوئی اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کمرے کا دروازہ پھر کھلا اور اب کے جرمنی کی جماعت کے تین اور افسر اندر آئے اور خاموش کھڑے ہو گئے کہ نائب سالار کچھ پوچھے تو بات کریں۔

ڈینس نے انہیں یہ کہہ کر پھر خاموش کر دیا کہ بیانات علیحدہ علیحدہ اور بعد میں لئے

جائیں گے اور پھر نقشہ کھول کر نو وارد افسروں کی مدد سے اس علاقے کا جائزہ لینے لگا جس میں جوئی غائب ہوا تھا۔

عورتیں جوئی کی خیریت کے لئے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ نولن، پیٹ اور مرنی۔ معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ سیہ چشم مغرور لڑکی حسب معمول خاموش تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی سیاہ آنکھیں کسی سائے میں آ کر اور سیہ ہو گئی ہیں۔ ڈینس کے لب ہلے۔

(۵)

"تو ڈینو...!"

سیہ چشم مغرور لڑکی کے سوا کمرے میں اور کوئی عورت نہ تھی۔ مرنی، نولن اور پیٹ اضطراب کے عالم میں سگرٹ پہ سگرٹ پھونک رہے تھے۔ ان کے ہونٹ زرد تھے اور انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ پیٹ کی حالت سب سے غیر تھی۔ اس کے دل میں خوف کا دھواں اٹھ رہا تھا اور مہم کے واقعات کی یاد اس کے خیالات کو جھلس رہی تھی۔ ان خوفناک یادوں کو بھلانے کے لئے وہ سگرٹ پہ سگرٹ سلگا رہا تھا۔ لیکن یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس شام کے خوفناک واقعات نے کہیں اس کے جسم کے اندر سے جنم لیا ہے اور ان کا بیرونی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دفعتاً ڈینس کی طرف مڑا۔

"کورٹ مارشل؟ تم ہمارا کورٹ مارشل کرو گے؟"

"حکم عدولی کے لئے!" نولن چلایا۔ اس کی آواز میں طنز تھی۔

"بدقسمت بیچارے...." ایک افسر نے جو ڈینس کے ساتھ نقشہ دیکھنے میں مصروف تھا

اپنے نائب سالار کا غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ڈینس کی نگاہیں پھر نقشے پر لوٹ آئیں)۔

"تو یہ ہے وہ علاقہ جہاں جونی گرا تھا..... ظاہر ہے کہ پولیس اب تک وہاں ناکہ بندی کر چکی ہو گی۔ لیکن میں وہاں جاؤں گا"

تینوں افسر، سیمس، شاں اور روبرٹ چونک پڑے۔

"اور تم تینوں" ڈینس نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "میرے پیچھے پیچھے آؤ گے۔ میں اپنے ہاتھ پر پٹی باندھ کر جا رہا ہوں ـــــ جونی کی تلاش میں ـــ بلکہ شاید یہ بہتر رہے گا کہ میں پولیس کو جل دے کر کہ میں ہی جونی ہوں، بھاگ نکلوں اور ناکہ بندی ختم کر دوں ـــ اور پھر تم جونی کی تلاش کرو"

"اونہوں!" شاں کا سر ہلا۔ وہ اس سکیم سے متفق نہیں تھا "اگر تم جونی کے بہروپ میں پولیس کے سامنے آئے تو تمہیں گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ دھجیاں اڑ جائیں گی تمہاری ـــ!"

"..... اور جب تم تین مرتبہ سیٹی کی آواز سنو....." ڈینس اپنے فیصلہ پر قائم تھا۔ اور اس نے نقشے پر وہ جگہ ان کے اچھی طرح ذہن نشین کرا دی جہاں انہیں ملنا تھا "میں سات بجے یہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور تمہیں سوا سات تک پہنچنا ہے"

"اور انہیں" اس نے نوآن، پیٹ اور مرتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اپنی حراست میں ہیڈ کوارٹرز پہنچا دو..... انہیں آرام چاہیے!"

(۶)

ڈینس نے کف کا بٹن کھولا، آستین کلائی سے اوپر کھینچی اور سیپ پشت حسینہ سے

مخاطب ہوا۔

"پٹیاں لاؤ ایگنس!"

سیہ چشم لڑکی کے بال بھی سیاہ تھے ــــ کالے، چمکیلے، گھنے اور کسی آبشار کی طرح اس کے شانوں پر گر رہے تھے اور ان کے تضاد سے اس کی جلد اور بھی چمک اٹھی تھی ــ سفیدی اور بھی کھنڈی پڑتی تھی۔ اس کی پیشانی بلند تھی، مانگ سیدھی اور آنکھیں، جیسے کسی نے کورٹ کورٹ کر کاجل بھر دیا ہو۔ ان کی آبدار پتلیوں میں اس کی رُوح کے اسرار عکس افگن تھے، جذبات کی جاں سوز جھلک! انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے آپ نے کسی کو برہنہ دیکھ لیا ہے۔ اور اس کا حسن ــــــ اس ملک کا روایتی حسن ــــ اس پختہ و نایاب پھل کی طرح تھا جس کے ملنے کی توقع نہ ہو۔ اس کا حسن اس کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا۔ اس کی حدت سے اس کا لباس پگھلا پڑتا تھا۔ وہ کپڑوں کے باوجود کپڑوں سے بے نیاز نظر آتی اور اس کے قرب سے ہمیشہ یہی محسوس ہوتا جیسے آپ کا اس کے جسم سے ایک ناقابلِ بیان لیکن شدید رشتہ ہے۔

اس نے الماری سے پٹیاں لا کر میز پر رکھ دیں اور ڈینس کی کلائی کو جس کی زخمی کلائی کا بہروپ دینے لگی۔ کھلے گلے کے سُرخ اُونی جمپر میں اس کی گوری گردن سینے کے ابھار میں تحلیل ہو رہی تھی۔ اس کے اور ڈینس کے درمیان کوئی ایک فٹ کا فاصلہ ہو گا اس کا نازک ہاتھ ڈینس کے ہاتھ سے چھُوا۔ اس کا حسین جسم اس کے کس قدر قریب تھا ڈینس کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کی فضا اس کے حسن سے معمور ہے۔ پٹی کرتے وقت، اس کے کونپلوں کی طرح نازک ہاتھ جن پر ہمیشہ ایک مبہم قسم کی بیگانگت کا احساس ہوتا تھا، بار بار ڈینس کے ہاتھ کو چھُو رہے تھے۔ لیکن ان تمام احساسات کے باوجود

ڈینس کو معلوم تھا کہ اس کا اس کے جذبات پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں وہ بھی جوتی کی طرح تھا۔

ایگنس کو بھی اس کا علم تھا۔ ڈینس کی زندگی اپنی جماعت اور نصب العین کے لئے وقف ہو چکی تھی اور اس کے سخت ہاتھ کے لمس سے ایگنس کو صرف ڈینس کی سرد مہری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن اس سرد ی کے سائے میں حوصلے، صبر، تحمل، بلند ہمتی، عزم اور ایثار کی آگ جل رہی تھی۔

۱۷ سال کی عمر سے لے کر اب تک ڈینس کی زندگی قانون شکنی، انقلابی سرگرمیوں، گرفتاری، قید، فرار، ڈاکے اور پولیس کے خلاف مسلح کشمکش کی ایک مسلسل کہانی تھی۔ ایگنس اس سے واقف تھی اور اس کی مستقل مزاجی اور خلوص کے لئے ڈینس کی مداح تھی۔ لیکن یہ ایک عجیب حقیقت تھی کہ ڈینس کی اس ہنگامی زندگی کا اس کے چہرے سے کچھ پتہ نہ چلتا تھا، مگر اس کا صالحی جوتی اس ہنگامے کا اعلان تھا۔ اس میں یہ تمام خصوصیات، دھڑکتی اور دہکتی ہوئی محسوس ہوتیں۔

جوتی کو دیکھ کر ایگنس کی زندگی کا راز بن گیا لیکن ایگنس اپنے خوابوں سے شرمندہ نہیں تھی۔ البتہ اسے اس بات کا ضرور ڈر رہتا تھا کہ کوئی اس راز کو پا نہ لے لیکن اسے چھپانا بھی مشکل تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی نے ہمت، تمکنت اور تکبر کا نقاب اوڑھ لیا جس میں صرف جوتی کی موجودگی سے جنبش پیدا ہوتی ورنہ اس کی بھاری تہوں کے نیچے کوئی نہ جھانک سکتا۔

ڈینس اسے جانتا تھا۔ اسے اس پر اعتماد تھا اور اس نے کئی اہم کام اس کے سپرد کئے تھے لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ عورت ہے۔ اس کے کالے بالوں کی نوکیلی لٹیں

گوری جلد، کجریلی آنکھیں، جسم کے خطوط..... ہر عضو، ہر ادا اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عورت ہے جس کے سینے میں جذبات کی آگ، شعلگ رہی ہے اور جو نہ جانے کس وقت بھڑک اٹھے۔ اس لیے ڈینیس نے جماعت کے کئی راز ایگنس سے پوشیدہ بھی رکھے تھے۔

ڈینیس کی نگاہیں ایگنس کے ہاتھوں کا تعاقب کر رہی تھی۔ ہاتھوں کی جنبش ہولے ہولے ختم ہوگئی۔ ایگنس کی آنکھیں اوپر کو اٹھیں۔

"تم جانتے ہو کہ یہ سعی لاحاصل ہوگی۔ آج رات پولیس ایک ایک ناکے پر...."

"کام ختم کرو اپنا" ڈینیس نے اپنی بانہہ پھر اس کے ہاتھوں میں ٹھونس دی۔

"آج رات وہ شہر کا چپہ چپہ چھان ماریں گے...."

"بکواس ختم کرو۔ میں کہہ رہا ہوں!" ڈینیس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے جھانسے میں آجائیں گے؟" ایگنس کی آواز کا سر چڑھ گیا۔ اس کی شخصیت کے تار جھنجھنا اٹھے۔

ڈینیس کی تیوری چڑھ گئی لیکن وہ سننا چاہتا تھا کہ وہ کیا کہتی ہے۔

"وہ تمہیں پہچان نہیں گے۔ تمہارا قد جونی سے چھوٹا ہے اور رنگ گورا"

"میں انہیں مہلت ہی نہیں دوں گا کہ وہ مجھے دیکھ سکیں۔ میں ان سے دور رہوں گا وہ صرف میرا زخمی ہاتھ، دیکھیں گے۔ صرف ہاتھ"

"اور وہ گولی چلا دیں گے"

"نہیں۔ وہ میرا تعاقب کریں گے۔ مجھے جونی سمجھ کر، مجھے گرفتار کرنے کے لئے میرے پیچھے بھاگیں گے اور اس بیچ میں شان، سیمس اور رابرٹ جونی کو نکال لائیں گے"

"پولیس اتنی احمق نہیں ہے۔ جاہل مت بنو ڈینیس!"

ڈینس کی نظریں جھک گئیں اور اس نے ایک لمبا سانس لیا۔

"اگر وہ بستی سے بچ نکلا ہوتا تو ہمیں اس کی اطلاع مل گئی ہوتی اور وہ ان کے ہاتھ آگیا ہوتا تو بھی ——— وہ ابھی وہیں ہے اور ہمیں اسے ڈھونڈنا ہے، بچا کر لانا ہے"

"تم لاؤ گے اسے۔ صرف چار آدمی! اس مہم کے لئے پوری پارٹی کی ضرورت ہے!"

وہ خاموش ہو گئی۔ چند سیکنڈ یونہی گذر گئے اور پھر.....

"یہ سعی لاحاصل ہے ڈینس"

"میں احکامات جاری کر چکا ہوں" ڈینس نے جواب دیا

"پولیس بھی یہی کچھ کر چکی ہے۔ خزانچی مارا جا چکا ہے۔ پولیس کی ساری نفری ایک ایک فرد شہر میں کو پڑا ہے۔ ٹکر گئے تو مقابلہ ہو گا۔ پھر کرفیو مسلط کر دیا جائے گا اور ہر پانچ کے بعد خانہ تلاشی ہو گی"

پٹی مکمل ہو گئی۔

"تو اس کے علاوہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟" ڈینس کا چہرہ تمتما اٹھا "اب تو صرف یہی ایک حیلہ رہ گیا ہے ——— یا کوئی اور بھی ہے؟"

ایگنس آتشدان کے قریب کھڑی تھی۔ یا نہیں کسی بیل کی طرح سینے پر لپٹی ہوئیں۔ اور ڈینس تیار ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا بڑا کوٹ پہنا، ریوالور کا معائنہ کیا، مفلر لپیٹا اور ٹوپی کی طرف بڑھا۔ اس دوران میں اس کی نگاہیں ایگنس سے نہیں ہٹی تھیں۔ وہ دیوار کی طرف منہ کئے کھڑی ——— لیکن خاموش، ڈینس کو یہ خاموشی معنی خیز معلوم ہوئی۔ خاموشی جو اسے چیلنج دے رہی تھی کہ جوئی کو بچانے کی ایک اور ترکیب بھی ہے۔ لیکن ڈینس اس چیلنج کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ جوئی صرف اسی ترکیب سے بچ سکتا تھا

جو اس کے نائب کو سونپی تھی۔

"میں احکام دے چکا ہوں"

ایگنس کی باہیں کھل گئیں، گویا وہ ہار مان چکی ہے۔

"خدا حافظ!" ڈینس نے کہا۔

ایگنس گھومی۔ اس کا ہاتھ ڈینس کے بازو کی طرف بڑھا۔ نرمی سے، احتیاط سے، ڈینس نے دیکھا کہ اس کا حسین چہرہ گھنے بالوں کے سامنے چمک رہا ہے اور اس کا حسن اپنی تمام قوت گویائی کے ساتھ کسی بات کی التجا کر رہا ہے۔

"مت جاؤ ڈینس، اپنے احکام منسوخ کر دو....."

"اور اپنے دوست اور سردار کو پولیس کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں....؟"

"تم اسے نہیں بچا سکتے ڈینس"

ڈینس چونک پڑا۔

"تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ ایسے میں جبکہ جنگی چاروں طرف سے پولیس میں گھرا ہوا ہے میں اسے اسکے حال پر چھوڑ دوں؟"

"ہاں!" ایگنس نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ آواز بلند ہو گئی "ہاں!" وہ ٹھٹک گیا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"اس کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے" ایگنس نے کہا "اور تم اس سے بے خبر ہو"

ڈینس بھڑک اٹھا

"احکامات منسوخ کر دوں! اپنے دوست اور سردار کی مدد کو نہ پہنچوں! اسے

چھوڑ دوں!"

"ہاں، اسے چھوڑ دو!"

"کس پر؟" ڈینس نے تلخی سے پوچھا۔

"مجھ پر!" ایگنس نے جواب دیا

ڈینس کا غم، غصہ، اضطراب، صلاحیتیں، ہر چیز، ہر طاقت، حسد کے برفانی طوفان سے شل ہو گئیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کی اور جونی کی دوستی کا مذاق اڑا رہا ہے۔ جیسے جونی اور اس حسین عورت کے درمیان کوئی ایسا راز ہے جسے وہ بھی نہیں جانتا۔

"نہیں!" وہ چیخ اٹھا

"مجھے جانے دو" ایگنس نے کہا "میں اسے تلاش کروں گی"

ڈینس کا ہاتھ ایگنس کی کلہاڑی کی طرف بڑھا اور اس کا سر جھٹکے سے دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اس کی حسد بھری نگاہیں ایگنس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانک رہی تھیں اور اس نے دیکھا کہ اس کی متکبر نگاہوں میں جونی کی محبت کے جذبات سلگ رہے ہیں۔ اور دنیا کی ہر چیز کو چیلنج دے رہے ہیں۔ لیکن یہ مدافعت غائب ہو گئی اور اس کے بجائے ان کالی کالی آنکھوں میں حسرت و یاس کی گھٹائیں امڈ آئیں۔

اور ڈینس نے دیکھا کہ ان آنکھوں میں فتحمند اور کامران محبت کے غرور کی جگہ صرف تشنگی کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ جونی سے محبت کی آرزوؤں کے ارمان، پیاسے جذبات کا ہجوم، حسرتوں کا لاوا، شکست کے آنسو!

ڈینس اپنی کامیابی پر خوش تھا۔ اس نے اس عورت کا غرور توڑ دیا تھا۔ حسد

کی آگ، پھر دب گئی، اپنے لئے جوآنی کی دوستی کا یقین پھر زندہ ہو گیا۔ پارٹی اور نصب العین کے لئے جوآنی کی وفاداری کا احساس پھر مستحکم ہو گیا ـــــ وہ اس شکست پر خوش تھا۔ لیکن اس کے آنسو! وہ رو رہی تھی۔ ڈینس کو یوں محسوس ہوا گویا اس کا دل پسیج گیا ہے شاید وہ جوآنی کو صرف عورت کی حیثیت سے چاہتی تھی۔ اپنی فطرت سے مجبور عورت۔ لیکن وہ اپنی ہمدردی کا اظہار نہ کر سکا۔ وہ خوش تھا، اپنی فتح پر خوش تھا ـــــ نہیں اسے کچھ نہیں کہنا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"آج رات تمہیں باہر جانے کی اجازت نہیں" وہ حکم دے رہا تھا "تمہیں یہیں ٹھہرنا ہے۔ شاید جوآنی آجائے۔ یہ میرا حکم ہے!"

(۷)

پیٹ، مرفی، نوکن اور ان کے محافظ شاں، رابرٹ اور سیمس پارٹی کے ہیڈ کوارٹرز کی طرف جا رہے تھے۔ اس وقت تک اندھیرا ہو چکا تھا اور سمندر کی تیز طوفانی ہوا آسمان پر بادلوں کو اڑائے لئے جا رہی تھی ـــــ پیٹ، سیمس کی حراست میں تھا ـــــ مرفی کو ہیڈ کوارٹرز تک پہنچانے کی ذمہ داری رابرٹ پر تھی۔ شاں اور نوکن سڑک کے دوسرے کنارے پر تھے۔

"ہاں! تو کیا ہوا؟" سیمس نے پیٹ سے پوچھا

"..... جب تینوں بل سے باہر آئے....."

"ایسے موقعوں پر گھبرانا کبھی نہیں چاہئے۔ ریوالور نکالا اور دھائیں۔ جس کی پہل اسی کی جیت ـــــ!"

Raj Tahir Foundation

"ہوں!" پیٹ کھسک اٹھا "تو تم بھی اس لفنگے موڑ کی طرح ہمیں ہی الزام دیتے ہو" اور اس نے ریوالور نکال لیا "تم، کورٹ مارشل کروگے ہمارا، ہوں؟"

سیمس حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

"یہ کیا بچپنا ہے۔ ہٹاؤ ریوالور" رابرٹ نے پیٹ سے کہا "تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ تم زیر حراست ہو"

"ہوں؟ پھر سے تو کہیو" پیٹ نے رابرٹ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم زیر حراست ہو" رابرٹ نے اپنے الفاظ دہرائے "اور تمہارا اور تمہارے ساتھیوں نولن اور مرفی کا کورٹ مارشل ہوگا، سمجھے! اب یہ ریوالور سیدھی طرح جیب میں ڈال لو!"

پیٹ نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ لیکن اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلنے کے بجائے سڑک کے الٹی طرف چل کھڑا ہوا، یعنی آگے کے بجائے پیچھے کو۔ یہ دیکھ کر شاں اور نولن بھی آگئے۔

"یہ کیا مسخرہ پن ہے آخر؟" شاں نے کہا "جگہ جگہ پولیس بیٹھی ہے اور تم سمجھتے ہو کوئی میلہ ہو رہا ہے۔ خدا کے لئے....."

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ مرفی چلایا۔

"پولیس!"

اور پھر ہوا کے شور میں ایک بلند آواز سنائی دی ——— چیلنج

ان کے ہاتھ ریوالوروں کی طرف لپکے۔

"ابھی نہیں!" رابرٹ چلایا۔ لیکن شاں کی بس دبا چکا تھا۔ ٹڑٹڑ.... وہ پہل کی جیت

کا قائل تھا۔

"مرواڈالا ظالم!" رابرٹ نے کہا

"گھبراؤ نہیں۔ اب وہ ذرا سوچ کر آگے بڑھیں گے"

گولیوں کی آواز سُن کر پیٹ بھی واپس بھاگ آیا تھا۔ حسبِ معمول حواس باختہ "ارے! ان کے پاس تو ٹامی گنز ہیں!"

سیمس ہنس پڑا۔ شاں، پیٹ اور نولن تھر تھر کانپ رہے تھے اور دیوار کے ساتھ سمٹے کھڑے تھے۔

دفعتاً گلی کے دوسرے سرے سے بھی گولیاں برسنے لگیں۔

"ہوں! اِدھر سے بھی....." سیمس نے دانت پیستے ہوئے کہا... اس نے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا..... گھر کے لوگ سہم گئے!

"خاموش!" سیمس اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں بھرے ہوئے ریوالور تھے — اور وہ مکان کی عقبی دیوار پھاند کر ایک اور گلی میں پہنچ گئے.... سامنے ایک اور مکان تھا۔ لیکن دستکوں کے باوجود اس کا دروازہ نہ کھُلا۔ سیمس نے ریوالور کے دستے سے اس کا شیشہ توڑا اور ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول لی.....

اب وہ مقابلتاً محفوظ تھے۔ لیکن گولیوں کی زد سے نکلنے کی کوشش میں ان کا سارا پروگرام بگڑ گیا تھا۔ چنانچہ رابرٹ نے کہا کہ پیٹ، نولن اور مرفی کو اب خود ہی جا کر ہیڈ کوارٹر میں اپنی رپورٹ کرنا ہوگی۔ اس پر پیٹ پھر بھڑک اٹھا۔

"تم کون ہوتے ہو ہمیں حکم دینے والے؟"

لیکن مرفی نے اس کا بازو تھام لیا۔

"پاگل مت بنو" اس نے کہا "ان بہادروں کو ان کے حال پر چھوڑو اور چپکے سے چلے آؤ۔ ہمیں کیا پڑی ہے....."

اور مرفی اپنے دونوں ساتھیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا "خدا حافظ!"

سیمس اور اس کے ساتھی دھمکیاں دے رہے تھے۔

"پیٹ! نولن! مرفی! واپس آجاؤ! اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا"

لیکن مرفی اور اس کے ساتھیوں نے سُنی ان سُنی ایک کر دی اور وہ رسہ تڑائے ہوئے گھوڑوں کی طرح بھاگتے گئے۔

"میں تھک گیا ہوں!" آخر کار پیٹ نے کہا

"گھبراؤ نہیں، گھبراؤ نہیں" مرفی نے اسکی ہمت بندھائی۔

"ان کے پاس ٹامی گنز ہیں۔ ٹامی گنز" پیٹ کا خوف پھر اُبھر رہا تھا "ٹکڑے ہی تو اُڑا دیتی ہیں....."

"لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں؟" نولن نے دریافت کیا۔

قریبی بازاروں سے پولیس کی کاروں کی آواز آرہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ "خطرہ" ابھی موجود تھا۔ پیٹ کا رنگ اور بھی اُڑ گیا۔

"ان کے پاس ٹامی گنز ہیں.....!"

بندرگاہ سے، ہوا کے دوش پر، جہاز کے سائرن کی صدا سُنائی دی ـــــ سمندر اور زمین کی بیکراں وسعتوں کا بلاوا ـــــ ان تین مفروروں کے لئے آزادی کی آواز، جن کی زندگی بچپن ہی سے، اس مختصر سے خطۂ زمین میں خانہ جنگی، قانون شکنی اور قانون کی گرفت سے نکلنے کی پیہم کوشش کی نذر ہو چکی تھی۔ لیکن پولیس کی کاروں کی آواز پھر بلند ہو رہی تھی۔

آزادی کا طلسم پھر ٹوٹ گیا اور اب وہ پھر وہی مفرور تھے جو قانون سے جان بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے۔ تھکے ہارے، بھوکے، پیاسے۔ انہیں کہیں پناہ کی ضرورت تھی۔ آرام کی تمنا، بھوک پیاس مٹانے کے لئے کچھ کھانے کو کچھ پینے کو، اور سب سے زیادہ ہمدردی! دو میٹھے بول!

"طیرکیسہ کے یہاں!" مرفی نے جواب دیا۔

لیکن پارٹی کی طرف سے سخت حکم تھا کہ وہاں کوئی نہ جائے..... مگر مرفی کو یقین تھا کہ طیرکیسہ کے یہاں انہیں بہترین وہسکی ملے گی اور کچھ نہ کچھ کھانے کو بھی ضرور ملے گا۔

"مگر پہلے ہیڈ کوارٹرز میں رپورٹ نہ لکھوا آئیں ——!" پیٹ نے کہا

"ابھی بہت وقت پڑا ہے" مرفی نے اس کی بات کاٹی "دو تین گھونٹ اور تین چار نوالے اور بس پھر سیدھے ہیڈ کوارٹرز!"

مرفی نے دستک دی۔ زنجیریں جھنجھنائیں، چٹخنیاں چٹخیں.... اور دروازہ کھلا۔

مفروروں نے دیکھا کہ طیرکیسہ، ریشم کے کپڑوں میں ملبوس سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے، انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ انہی کا انتظار کر رہی تھی۔

"آؤ، مرفی! پیٹ! نولن! اندر آ جاؤ —— اور یہ کوٹ ووٹ اتار کر آرام سے آگ کے قریب بیٹھو!" اور اس نے ان کے کوٹ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ کوٹ دزدی تھے۔ وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی "مناسب ہوا گر تم اپنی تسلی کے لئے انہیں اپنے پاس ہی رکھو" اس نے کوٹ کی جیبوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

اور مرفی، پیٹ اور نولن نے اپنے ریوالور اپنے چھوٹے کوٹوں کے اندر چھپا لئے۔ طیرکیسہ کے موٹے موٹے ہاتھوں میں جواہرات جگمگا رہے تھے۔ گردن میں سونے کی

صلیب ڈول رہی تھی، گرانڈیل جسم جھول رہا تھا اور ریشمی کے نیچے اس کی چھاتیاں کسی مقید جانور کی طرح سانس لے رہی تھیں۔ اس کے ہونٹ سُرخ تھے اور آنکھیں سیاہ، وہ بیوہ تھی اور بظاہر اپنے مرحوم شوہر کے اندوختے پر جی رہی تھی۔ لیکن جانتے تھے کہ اسکی ٹھاٹ باٹ ناجائز درآمد و برآمد اور چور بازاری کی مرہونِ منت ہے۔ وہ لوگوں کے راز جان کر ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتی تھی۔ ہر چیز، ہر فعل چاہے وہ اخلاق کے مخالف ہو یا قانون کی خلاف ورزی اگر طیر لیسہ کے لیے حصولِ زر کا ذریعہ بن سکتا تھا تو جائز تھا..... لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اس کے سامنے اس کے دشمن بھی یہ بھول جاتے کہ انہیں کس سنگدل سے سابقہ پڑا ہے۔ اس کی مسکراہٹ، خوش کلامی، مہماں نوازی اور فراخدلی دشمنوں تک کو تعجب میں ڈال دیتی۔

"آہ! غریب آئرلینڈ" وہ آہ بھرتی اور لوگ باگ بھول جاتے کہ آئرلینڈ کی بدحالی میں طیر لیسہ اور اس کے شوہر کا بھی ہاتھ تھا جو کوئی نصف صدی سے اپنے گاہکوں کا لہو نچوڑ رہے تھے ——— شوہر کے بعد بیوی اس کام کو سرانجام دے رہی تھی۔

"ہوں! تو اب کیا پیو گے تم لوگ؟" اس نے چاندی کا سگرٹ کیس اپنے نئے مہمانوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے..... بہت کام کیا ہے تم نے آج....."

کمرہ گرم اور آرام دہ تھا اور وہ شراب لانے گئی تھی۔

اس کی عدم موجودگی میں پیٹ اور اس کے ساتھیوں کے اندیشے پھر جاگ اٹھے۔ وہ پارٹی کے فیصلے کی حکم عدولی کر رہے تھے۔ پارٹی کے کسی بھی رکن کو طیر لیسہ کے یہاں

آنے کی منا ہی تھی۔ خوف سے ان کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ نوکن بدک اٹھا۔

"معاوضے کے بغیر شراب! تم اسے جانتے نہیں....."

مرتی کا رنگ پیلا پڑ گیا، آنکھیں جیسے اندر کو دھنس گئیں، ہونٹ کپکپا اٹھے اور چہرے پر خوف کا سایہ پھیل گیا۔ اس کے ہونٹوں سے ایک آہ ابھری

"ہمیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا"

"بس ایک گھونٹ اور ــــ اور پھر چلتے ہیں"

"اور اگر اس نے مزید معلومات کریدنے کی کوشش کی....." نوکن نے اپنے خوف کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو ہم چپ رہیں گے" پیٹ نے جواب دیا۔

طیرلیسہ شراب لئے دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے مہمان چپ تھے۔ وہ تاڑ گئی اور جیسے ان کے اندیشوں کو دور کرنے کے لئے اس کی مسکراہٹ اور بھی پھیل گئی۔

"لو بھئی بہادرو ــــ یہ رہی اسکاچ اور یہ.... ہمارے آئرلینڈ کی کشید"

لیکن اس نے دیکھا کہ وہ ہچکچا رہے ہیں۔

"ارے! ہچکچا کیوں رہے ہو۔ کوئی غیر کا گھر ہے؟" اس نے ان کے گلاس بھرتے "لو پیو ــ سردی سے آئے ہو۔ تھکے ہوئے بیچارے۔ چہ چہ"

انہوں نے اس کے ہاتھوں سے گلاس لے لئے۔ لیکن ان کی الجھن بدستور قائم تھی۔ اور طیرلیسہ نے یہ دیکھ کر کہ ابھی ان کے اندیشے دور نہیں ہوئے، اپنا گلاس بھی بھر لیا۔

"ہوں! سو یہ بات ہے ــــ وہ تینوں بہادر تم تھے۔ ارے مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا جیسے ہی میں نے اخبار دیکھا میرے دل نے کہا کہ جوتی کے ساتھ پیٹ، مرتی

اور نوکن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے"

تیر نشانے پر بیٹھا۔ مرفی نے اس کا جامِ صحت تجویز کیا اور تینوں گلاس خالی ہو گئے طیر لیسہ نے اپنا گلاس میز پر رکھ دیا۔ اس کا تبسم اور بھی پھیل گیا۔

"تمہاری موجودگی میرے لئے باعثِ فخر ہے ـــ تین ہیرو! شاندار کارنامے۔ آج کے شاندار کارنامے! آج تو تمہیں نہیں بلکہ مجھے تمہارا جامِ صحت نوش کرنا چاہئے تھا" اور اس کا ہاتھ اپنے گلاس کی طرف بڑھا۔

"وہسکی نہایت عمدہ ہے طیر لیسہ!" نوکن نے کہا

لیکن طیر لیسہ کے چہرے پر دفعتاً افسردگی چھا گئی۔

"جونی بے چارہ!" اس کی آواز نحیف ہو گئی "اور کہتے ہیں کہ وہ زخمی ہے ـــ لیکن میں کہتی ہوں یہ ہوا کیسے۔ یہ سارا حادثہ ـــ یہ بدقسمتی!"

"ہاں ـــ بدقسمتی ہی کہنا چاہیے" مرفی نے ایک ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا

"بس پوچھو نہیں ـــ" پیٹ نے کہا۔

"مگر ہوا کیا تھا؟ جہاں تم جیسے چار جوان ہوں وہاں تو سب کام ٹھیک ہونا چاہئے تھا۔ آخر بات کیا ہوئی؟"

"ہونا کیا تھا..... جب وہ ہمارے پیچھے لپکے....." نوکن بک پڑا "لیکن وہاں یہ ساری گڑبڑ ہمارے ہی سر منڈھی گئی ہے کہ تم تینوں نے معاملہ بگاڑا ہے، اور ہمارا کورٹ مارشل کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان کا کیا، جو مرضی کہتے پھریں....."

نوکن کی باتیں بوجھل اور غیر مربوط ہو گئیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے طیر لیسہ کی نگاہیں اس کے اندر دھنستی چلی جا رہی ہیں اور پھر اس نے دیکھا کہ پیٹ اور مرفی کے چہروں پر

خوف کی پرچھائیاں پھسل رہی ہیں۔ اور اس نے جیسے بات بدلنے کی خاطر کہا۔

"لیکن قصہ دراصل یہ ہے..... تمہیں معلوم ہے....."

طیر لیسہ نے ایک لمبا سانس لیا اور اس کی نگاہیں جھک گئیں اور یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اسے اس تفصیل سے کوئی خاص دلچسپی نہیں، اس نے اپنے گریبان سے پاؤڈر کے چند ذرّے جھاڑتے ہوئے کہا:

"لیکن پولیس جونی کو تو نہیں ڈھونڈھ سکی؟ جونی تو اپنے دوستوں کے درمیان محفوظ ہے نا؟ میں جانتی ہوں کہ مجھے یہ سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ ایک محبّ الوطن کے لئے کسے ہمدردی نہیں ہوتی۔ مجھے تو نیند نہیں آئے گی اگر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ یا اگر وہ اب تک باہر سردی میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ سچ کہتی ہوں"

اس کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں اور ہونٹ لٹک گئے۔

"اور وہ غریب زخمی ہے!"

"وہ اسے نکال کر لے جائیں گے" نوکن نے جلدی سے کہا۔

"خدا بے چارے پر رحم کرے" طیر لیسہ نے اپنے مہمانوں پر ایک ہمدردانہ نظر ڈالی اور پھر جیسے وہ دفعتاً مضطرب ہو گئی۔ اس کے سینے کی گہرائیوں سے ایک قہقہہ چھنک اٹھا اور سانس کے زیر و بم سے اس کی گردن کی طلائی صلیب جھلملا اٹھی۔

"مگر جونی کو بچانے میں تم بھی تو ہاتھ بٹاؤ گے؟ آج تو چپے چپے پر پولیس بیٹھی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آج تمہاری ساری پارٹی مقابلے کو نکل پڑی ہے....."

"خون خرابہ!" نوکن نے کہا

پیٹ کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور شراب چھلک رہی تھی۔

"خون خرابہ؟ ——— مسیح کے لئے ذرا دو گھونٹ تو آرام سے پی لینے دو"
لیکن طیریسہ کے گدگدے نرم سفید جواہرات سے جگمگاتے ہاتھ ان کے تھکے ہوئے اعصاب کے لئے پھر راحت بخش ثابت ہوئے اور تینوں ساتھی بیٹھ گئے۔

"ابھی میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاتی ہوں..... گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کورٹ مارشل نہ ہو۔ گھبراؤ نہیں ——— پیو" اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو کھول دیا "موسیقی ——— طبیعت کو بحال کرنے کے لئے موسیقی!"

اتنا کہہ کر وہ برابر کے کمرے سے کچھ کھانے کو لانے کے لئے چلی گئی اور اس کے تینوں مہمان کرسیوں کے کناروں پہ ٹکے رہ گئے۔ تین نوجوان، ایک خواب کے لئے کار لیکن جو ہنوز خواب سے پوری طرح نہیں جاگے تھے۔

"اذیت! ——— اذیت!" پیٹ نے کہا۔

دروازے کے پیچھے طیریسہ ہمہ تن گوش تھی۔

"پیو! " مرفی نے کہا "شراب اچھی ہے۔ اس سے فائدہ ہوگا۔ اور بھولو نہیں کہ اکیلے تم اس اذیت کا شکار نہیں ہو، ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں"

"لیکن سنو!" نولن کی آواز مدھم پڑ گئی "وہ کہہ رہی ہے۔ اس پہ اعتبار نہیں کرنا چاہیئے!"

"تفصیل تو تمہی بتا رہے تھے اسے مزے لے لے کر اور ہمیں کہتے ہو کہ احتیاط کرو"

"اخو! خدا کے لئے کسی کمبخت کو دو گھونٹ تو آرام سے پی لینے دو" مرفی نے کہا۔

"ہاں ہاں، پیو پیو" نولن نے کہا "میں تو فقط احتیاط کو کہہ رہا تھا"

Taj Tahir Foundation

وہ سُن رہی تھی اور جانتی تھی کہ ان کی حالت قابلِ رحم ہے اور محض مجبوری انہیں وہاں کھینچ کر لے آئی ہے ورنہ انہیں اس سے نفرت تھی۔ ان کی پارٹی کو اس سے سخت نفرت تھی ـــــ اس کی امارت سے، طور طریقوں سے، مقاصد سے۔ اور پارٹی کے ممبر اسے کئی بار دھمکیاں بھی دے چکے تھے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ محفوظ ہے۔ اس کا پولیس سے میل ملاپ بھی تھا اور پیر بھی۔ وہ جانتی تھی کہ جب بھی اس کے خلاف پولیس کو کوئی خبر پہنچتی ہے تو اس کی ذمہ داری اسی پارٹی کے سر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا اور ان کا دیرینہ قضیہ چلا آیا تھا۔ اور آج وہ اس کے قبضے میں تھے، پارٹی کے تین سرکردہ، تین من چلے، جنہیں قسمت وہاں کھینچ لائی تھی۔ ہال سے گذر کر وہ ٹیلیفون والے کمرے کی طرف بڑھی۔

"انسپکٹر..... وہ تینوں یہیں ہیں..... میرے یہاں..... تینوں جو آج ڈاکے میں شریک تھے..... مرفی، پیٹ اور نولن..... وہ دھمکا رہے ہیں کہ میں انہیں پناہ دوں..... خدا کے لئے میری مدد کو پہنچو ورنہ وہ مجھے مار ڈالیں گے....."

اس نے ٹیلیفون کا چونگا رکھا تو گھنٹی بجی ـــــ ٹن! ـــــ پیٹ چونک پڑا۔ مرفی کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھا۔

"کوئی آیا ہے" مرفی نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

نولن مسکرا پڑا:

"ٹیلیفون کی گھنٹی بھی نہیں پہچانتے؟"

"تو کیا اس نے ٹیلیفون کیا ہے؟" پیٹ کے ہوش اڑ گئے

"ایک تو میں تمہاری گھبراہٹ سے تنگ آگیا ہوں۔ خدا کے لئے دو گھونٹ تو آرام سے پی لینے دو"

"ریڈیو بند کر دو" مرفی نے کہا

مرفی کا جسم ایک ستون کی طرح تھا جس سے خوف اُمڈ رہا تھا اور پیٹ اور نولن کو اپنی آغوش میں سمیٹ رہا تھا۔ مرفی کو متاثر دیکھ کر ان کے رہے سہے حوصلے بھی ڈھے گئے۔

"پیو مرفی!" نولن نے کہا

پیٹ نے وہسکی اپنے حلق میں انڈیلنی چاہی لیکن اس کا ہاتھ کانپا اور گلاس گر گیا

انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے موت قریب آ رہی ہے اور وہ نہیں بچ سکتے۔ موت! زندگی اس مکان کے باہر تھی۔ اس محلے اور اس علاقے کے اس طرف جسے انہوں نے خوفناک حوادث کی آماجگاہ بنا دیا تھا ——— اس علاقے کے اس طرف، اس ملک کے اس طرف، اس وسیع دنیا میں جہاں آوازیں تو ایک دوسرے سے ضرور اُلجھ رہی تھیں لیکن نفرت، قتل اور موت کے خواب نہیں تھے۔ ایک ایسی دنیا جہاں وہ شاید کبھی قدم نہ رکھ سکیں گے ——— ان کے لئے صرف موت تھی — اٹل تقدیر، جو خاموشی سے انہیں اپنی آغوش میں لینے کے لئے بہے چلی آ رہی تھی۔

"ہم یہاں سے نکل چلیں!" نولن نے دبی آواز میں کہا۔

"شی! خدا کے لئے...." پیٹ نے کہا

"میں جا رہا ہوں"

"نولن! بیٹھ جاؤ"

ریڈیو پر رقص کی موسیقی اُبل رہی تھی اور ہلکورے لے رہی تھی، لیکن مکان کے باہر خاموشی کا ایک خول چڑھا ہوا تھا۔ کسی طوفان کا پیش خیمہ، جیسے کسی کی نیت خراب ہو۔

مرفی دروازے کی طرف بڑھا۔

"ریوالور رکھ لو" اس نے چند ساعت بعد کہا "اور طیرلیسہ کو آنے دو۔"

پیٹ نے ٹوٹے ہوئے گلاس کے ٹکڑے اٹھائے اور آتشدان کے کٹہرے کے پیچھے ڈال دیئے۔ لیکن شراب ابھی باقی تھی۔

"یہ لو ہمارا گلاس" اس کے ساتھیوں نے کہا

دہشت نے انہیں گرم کر دیا۔

"وہ آئی نہیں" نولن نے کہا

"اوور کوٹ پہن لو" مرفی نے کہا "ممکن ہے ہمیں جلدی جانا پڑ جائے"

لیکن وہ کیوں نہیں آ رہی تھی۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وقت ان کے اور باہر کی دنیا کے درمیان اور ان کے اور طیرلیسہ کی مہمان نوازی کے درمیان ایک دیوار بن کر کھڑا ہے اور طیرلیسہ اس دیوار کی اوٹ میں پناہ لئے بیٹھی ہے۔

"وہ گئی کہاں؟"

"ممکن ہے باہر نکل گئی ہو"

"اگر اس نے کوئی شرارت کی تو میں اس کے جسم میں پاؤں بھر سیسہ اتار دوں گا"

شراب نے پیٹ کو ملمی طور پر پھر بہادر بنا دیا تھا۔

"اونہہ! شرارت کر کے تو دیکھے" نولن نے کہا

مرفی نے اپنا گلاس خالی کیا اور ہونٹ چاٹنے لگا۔

"بوتل!"

وہ غٹا غٹ پینے لگے۔ احتیاط بالائے طاق رکھ دی گئی۔

(۸)

پولیس کو ٹیلیفون کرنے کے بعد طیبہ باورچی خانے کی طرف بڑھی اور برتن سجانے لگی۔ جیسے سچ مچ اپنے مہمانوں کے لئے کھانے کا بندوبست کر رہی ہے۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے کھانا تیار بھی کر لیا تو اسے خود ہی کھانا پڑے گا۔

"گدھے کہیں کے۔ سمجھتے ہوں گے کہ میرے پلّے سے دعوت اڑائیں گے۔ اور محض اس لئے کہ پولیس ان کا تعاقب کر رہی ہے۔ گھبرا گئے ہیں، شاید اتھک گئے ہیں۔ یا اپنے آپ پر قابو نہیں رہا۔ ورنہ آگے پیچھے تو طیبہ کے لئے سوائے گالیوں اور ریپورٹوں کے اور کچھ نہیں۔ یا پھر میرے ذاتی معاملات اور کاروبار میں دخل در معقولات لیکن آج ——— کرتوتوں کا پھل ہے اس میں میرا کیا قصور۔۔۔۔۔"

"لیکن پولیس کیوں نہیں آ رہی۔ اتنی دیر نہ جانے کتنی دیر اور لگے۔۔۔۔۔ اور پھر نہ جانے ان تین تحفوں کے لئے اس کا شکریہ بھی ادا کرے یا نہ کرے۔ شراب اور مٹکے بنے ہوئے ہیں کم بخت۔ آنکھوں تک پڑی ٹپکتی ہے۔۔۔۔۔ ایسے میں انہیں پولیس کے حوالے کرنا درست بھی ہے یا نہیں؛ تھکے ہوئے بے چارے ——— خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ اب آتش بازی ہوگی۔"

وہ خوش تھی کہ اس کی خادمہ گھر پہ نہیں تھی۔ کوئی نہیں تھا جو اس غداری پہ گواہی دے سکتا۔ تاہم اسے ڈر تھا کہ پارٹی کو اس کا علم ہو جائے گا اور پھر انتقام۔

"نہیں" اس نے سوچا "یہ سب کچھ گھر سے باہر بازار میں ہوگا۔"

اس کے قدم ہال کی طرف بڑھے۔ اور کان دروازے کے ساتھ چپک گئے۔ اندیشے جاگ اُٹھے لیکن اس کی زبردست قوتِ ارادی نے انہیں تھپک دیا۔ خوف بہت دور تھا، ذہن اُفق کے کہیں اس پار جہاں انتقام، دہشت اور موت کی حدیں مل رہی تھیں طیر بیسہ نے انہیں کچل دیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا کہ پولیس اس کے گھر میں نہیں آئے گی اور مفرور اس کے گھر میں نہیں رہیں گے !!.....

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور جیسے کوئی نہایت ہی اہم خبر سنانے کے لئے اپنی آواز مدھم کرتے ہوئے بولی

"ابھی ابھی ایک دوست نے اطلاع دی ہے ـــــ شاید تم نے بھی ٹیلیفون کی گھنٹی سُنی ہو ـــ پولیس ادھر آرہی ہے اس لئے تمہارا یہاں رُکنا مناسب نہیں۔ اور میں چاہتی ہوں کہ قبل اس کے کہ پولیس آئے تم کسی زیادہ محفوظ جگہ پر پہنچ جاؤ۔ مجھے اپنا تو کوئی اندیشہ نہیں۔ میں تو محض تمہاری خاطر کہہ رہی ہوں۔ میں تمہیں خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ اب خدا کے لئے زیادہ انتظار نہ کرو۔ میرا منہ کیا تک رہے ہو۔ چلتے کیوں نہیں۔ باہر اور پھر اسے اور مجھے یقین ہے کہ پولیس کی آمد سے پہلے تم کسی بہتر جگہ ہو.....

.....

وہ سمجھ گئے کہ یہ "جال" ہے۔ لیکن وہ تھکے ہوئے تھے، نشے میں تھے اور اب تک "خواب" سے نہیں جاگے تھے۔ اس کی شخصیت ان پر چھا گئی۔

"چلو چلو۔ جلدی کرو۔"

اور اس نے انہیں باہر بازار میں دھکیل دیا۔

"خدا تمہاری مدد کرے"

مگر وہ ہچکچا رہے تھے۔ یہ آوازیں کیسی تھیں ـــــ پولیس کی موٹریں!۔

وہ چونک پڑے، سمجھ گئے، جال! لیکن ٹیریسہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

وہ سیڑھیوں سے کود ے۔ لڑکھڑائے، گرے، سنبھلے اور بھاگے.....

پولیس تعاقب کر رہی تھی۔ وہ دیوار کے ساتھ سمٹ گئے اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے

ان کے سامنے ایک سیاہ سایہ منڈلاتا ہوا نظر آیا۔ انہوں نے چاہا کہ رک جائیں

لیکن آپس میں ٹکرا گئے ـــــ ٹارچ کا شعلہ ان کی آنکھوں میں اُتر گیا۔ نظر چندھیا

گئی، عقل جواب دے گئی۔ حدِ نظر تک روشنی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ـــ دفعتاً انہوں نے اپنے ریوالوروں کی لبلبیاں دبائیں اور پھر بھاگ کھڑے

ہوئے۔

زندگی اور موت کی اس کشمکش میں شراب کے بخارات ہوا ہو گئے۔ اُن کی

ہمت شعلے کی طرح بھڑکی ـــــ تن بہ تقدیر

تاریکیوں سے شعلے لپکے ـــ سٹین گن، آٹومیٹک فائر ـــــ اور خطرہ

کافور، اضطراب ختم!

انہوں نے ایک نعرہ بلند کیا۔ نعرہ جس میں غصّہ تھا، احتجاج تھا، بغاوت

تھی۔

سپاہیوں کے سینے میں پھر سوراخ ہو گئے۔ گولیاں سنسنا رہی تھیں، دیواروں

کا پلستر اڑ رہا تھا۔ شیشے ٹوٹ رہے تھے، اور فضا میں سیٹیاں بج رہی تھیں.....

Taj Tahir Foundation

مرفی کے حلق سے ایک عجیب آواز بلند ہوئی - پھر وہ کھانسا اور گر پڑا۔
پیٹ اور نولن لڑکھڑائے اور ان کے ریوالوروں سے پھر شعلے لپکنے لگے ——
—— زندگی اور موت کی آخری کشمکش - اس خواب کی آخری چنگاری جو برسوں پہلے سکول
کے ایک کمرے میں پیدا ہوا تھا۔ جب ایک بدشکل استاد نے چھوٹے بچوں کے کان
میں یہ بات ڈالی تھی

"ہمیں کبھی ہتھیار نہیں ڈالنے چاہئیں۔ انگریزوں اور ان کے پٹھوؤں کے خلاف
کشمکش کبھی ختم نہیں کرنی چاہئے ....."

ان کے ریوالور اس وقت تک آگ اگلتے رہے جب تک کہ آٹومیٹک فائر
نے ان کے ہاتھوں سے ہتھیار نہ چھین لئے، ان کے جسموں کو چھلنی نہ کر دیا۔ اور اس
خواب کے تانے بانے کو توڑ کر ان کی تلخی، ضد اور مصیبت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
نہ ختم کر دیا۔

اور پولیس نے دیکھا کہ تین فسخ شدہ چھدے ہوئے جسم پٹری کے ٹھنڈے
جسم پر بے جان پڑے ہیں —— پیٹ، مرفی اور نولن !!!
کچھ فاصلے پر مکان کے اندر طیر لیسہ اپنی مغفرت کے لئے دعائیں مانگ
رہی تھی۔

(۹)

پیٹ اور اس کے ساتھیوں کو احکامات صادر کرنے کے بعد شاں، سیمس
اور ابرٹ آگے بڑھے۔ ہوا تیز ہو گئی، اندھیرا گھر گھر کر آ رہا تھا۔ اور اندھیرے میں

چپے چپے پر پولیس کے سپاہی کھڑے تھے ـــــ مسلح، تجربہ کار، دلیر! ـــــ آج شام ایک خزانچی مارا گیا تھا اور پولیس کو جوتی کی تلاش تھی۔ اور انہوں نے اس کوشش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی کہ اب کے وہ بچ کر نہ نکلنے پائے۔ لیکن شاں اور اس کے ساتھیوں کو پولیس کا اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا غداری کا خوف ـــــ وہ قانون سے ضرور روپوش تھے۔ لیکن ان کے بیشتر ہموطن شہریوں کو ان سے ہمدردی تھی۔ ان شہریوں میں کچھ ایسے بھی تھے جنہیں نہ قانون سے دلچسپی تھی اور نہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے۔ انہیں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جوتی کی جماعت کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن ان کی مخالفت کرنے کی بھی ان میں جرأت نہ تھی۔ ـــــ جوتی اور اس کے روپوش ساتھیوں کو ان تمام اقسام کے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا۔ کبھی چندے کی خاطر، کبھی اسلحہ اندوزی کی غرض سے..... ان سے بھی روپوش رہنا محال تھا۔ چنانچہ انقلاب پسند فوجی جماعت کے لوگوں کو ہمیشہ اس بات کا خدشہ رہتا کہ کہیں ان کے ان 'دوستوں' سے جہالت، ڈینگ، غم، غصے یا غربت کی وجہ سے کوئی بات نکل نہ جائے ـــــ اور وہ مضطرب تھا۔

وہ تین مختلف مکانوں میں اپنے ہرکاروں سے ملے اور انہیں کوئی پیغام دے کر پھر آگے بڑھے۔ وہ چاروں طرف سے خطروں میں گھرے ہوئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں کئی آنکھیں انہیں تلاش کر رہی تھیں اور کئی کان ان کی آواز پہ لگے ہوئے تھے۔ ہوا تیز تھی اور رات اندھیری۔ اور اندھیرے اور ہوا کا آج کوئی مقصد بھی معلوم ہو رہا تھا۔ بڑی خیروں سے سہم کر لوگ گھروں کے اندر دبکے پڑے تھے۔

.....

آخر کار وہ ہل کے علاقے میں پہنچ گئے..... شاں کی نگاہیں اپنی کلائی کی گھڑی کی طرف جھکیں ـــــ وقت ہو چکا تھا لیکن ڈینس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ انہوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ رابرٹ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ میں چلا

"خدا تمہاری مدد کرے!"

اور انہوں نے دیکھا کہ رابرٹ آنکھ جھپکتے میں کسی سائے کی طرح آنکھ اوجھل ہو گیا۔ اس کے جانے کے چند سیکنڈ بعد سیمس نے شاں کی آستین کھینچی

"تعجب ہے کہ یہاں ایک بھی سپاہی نظر نہیں آ رہا۔ اس میں بھی ضرور کوئی چال ہے۔ شاید چھپے بیٹھے ہیں۔"

شاں کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے جرأت کا غلاف اتر گیا ہے۔ وہ ڈر گیا اور بھڑک اٹھا

"اور تم کیا چاہتے ہو کہ وہ ہماری خاطر اپنی نمائش کرتے پھریں؟"

لیکن سیمس بالکل مطمئن تھا۔ ایک بات البتہ اس کے لئے ضرور حیرت کا باعث بن رہی تھی۔ اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر پولیس وہاں نہ ہوئی تو کیا کرنا ہوگا۔ لیکن وہ اپنے قیافے پر مصر تھا۔

"دیکھ لینا۔ چھاپہ ماریں گے۔"

لیکن شاں جانتا تھا کہ اس کے ساتھی کی واحد خوبی اس کی بہادری میں مضمر ہے ورنہ دوسری باتوں میں وہ کورا ہے

"پاگل ہو تم تو۔"

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے جوتی کو گرفتار کر لیا اور اب وہ ہمارا انتظار کر رہے ہیں....."

"کیا بکتے ہو!" شاں نے کہا

"دیکھ لینا" سیمس نے کہا

"بہر حال تم اپنی چوکی پر چلو۔ وہیں جہاں ڈینس نے کہا تھا" شاں نے کہا۔ لیکن یہ کہتے وقت وہ دل ہی دل میں اس کے چلے جانے کے بعد اپنی تنہائی کے احساس سے ڈر بھی رہا تھا۔

"اچھا۔ چلتا ہوں" سیمس نے جواب دیا "لیکن یہ جان لو کہ وہ وہاں نہیں ہیں۔ —— اور میرا خیال ہے کہ....."

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ڈینس کو ڈھونڈنا چاہئے" شاں نے کہا۔ اس کا رواں رواں خوف سے کانپ اٹھا

"پانچ منٹ اور دیکھ لو" اور اتنا کہہ کر سیمس اپنی چوکی کی طرف چل پڑا۔

اور اب شاں اکیلا رہ گیا۔ ہوا آہیں بھر رہی تھی اور تاریکی دبے پاؤں چلی آ رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر ٹیلیگراف کی تاریں گنگنا رہی تھیں۔ اور شاں جیبوں میں ہاتھ ڈالے سردی اور خوف سے سمٹتا جا رہا تھا۔ وہ ڈینس کی سیٹی یا پولیس کی آمد کے لئے ہمہ تن گوش تھا۔ لیکن کوئی نہ آیا۔ البتہ خوف، جو کسی جاندار چیز کی طرح اس پر سے حملے کر رہا تھا جس کی شدت کے سامنے وہ ہر آن سکڑتا، سمٹتا اور سہمتا جا رہا تھا —— لیکن دفعتاً حملہ تھم گیا۔ شاں نے ایک اطمینان کا سانس لیا۔ اور شام کے تمام واقعات اس کے سامنے پھر زندہ ہو گئے —— ڈاکے کی تفاصیل، خزانچی کی موت..... اور

اسے یاد آگیا کہ آج پولیس کو چین نہیں۔ قانون کی تمام قوتیں مجرموں کا تعاقب کر رہی ہیں۔ مسلح پولیس کی سیکڑوں کی نفری، تجربہ کار افسروں کی قیادت ایک طرف۔ اور ڈینس کا منصوبہ ایک طرف!! اور اسے یقین تھا کہ دفعتاً تمام مخالف طاقتیں اس پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ٹیلیگراف کے کھمبے سے آواز کی ہر لہر اس خوفناک حقیقت کا اعلان کر رہی تھی۔

تنہائی کا احساس شدید ہو گیا۔ رگیں اور تن گئیں۔ پیٹ سکڑا اور پھیپھڑے دھونکنی بن گئے اور اس کا سارا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وقت آنے پر اس کا ہاتھ کیسے ہلے گا، ریوالور کیسے چلے گا۔ اس نے اپنے ہونٹ بند کر لئے اور خوف اور خنکی کی لہروں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا ——— انتظار اسے مارے ڈال رہا تھا۔

"دل کے..... دل کے..... ٹکڑے ہو جائیں گے..." وہ بڑبڑا رہا تھا

اور عین ایسے میں پولیس نے اسے آن لیا۔ تنومند نوجوانوں، مضبوط بانہوں، پستولوں اور رائفلوں کی نالیوں کا ایک سیلاب اس کی طرف بڑھا۔ اچانک، یک لخت، اور قبل اس کے کہ وہ کچھ سوچ سکتا وہ اس سیلاب کی زد میں تھا۔

وہ چونکا جیسے جاگ اٹھا ہو۔ خوف ہوا ہو گیا اور اس کی جگہ غصے اور ندامت نے لے لی۔ بانہوں اور بازوؤں کی گرفت سے نکلنے کے لئے وہ تڑپ اٹھا۔ شاں اور پولیس گتھم گتھا تھے ——— ایک جھٹکا اور اس کا ایک بازو آزاد ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے ایک سپاہی دھائیں سے دروازے کے ساتھ ٹکرایا۔ اب دیکھتے دیکھتے اس کا ریوالور ہوا میں لہرایا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ڈنڈا بھی ابھرا۔ شاں کی کلائی

اس کی زد میں تھی، ربو الور نیچے آ رہا۔
کشمکش ختم ہو گئی۔

"ہوں! یہ بھی انہیں کا ساتھی ہے۔" ہیڈ کانسٹیبل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "لے چلو ٹرک میں!"

اس کی کلائی دکھ رہی تھی..... لیکن یہ احساس کہ وہ مقابلہ کئے بغیر ہی گرفتار ہو گیا، مدافعت میں ایک گولی بھی نہیں چلا سکا، ہر دکھ سے زیادہ سخت تھا۔

——— تعصب، تکبر، تشدد اور تلخی کے بجائے اب صرف ایک احساس باقی تھا

——— ندامت! بے مصرف زندگی کا نوحہ..... اور قید کے طویل سال۔ مستقبل کا ویرانہ! لیکن کس لئے؟ ایک خواب کے لئے، محض ایک خواب کے لئے جس کا تانا بانا کسی نے بچپن میں بنا تھا۔

اسے ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

"چلو!" ایک ادھیڑ عمر کے سارجنٹ نے ٹرک کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں قیدی کو پدرانہ شفقت کی جھنکار سنائی دی۔

"ہوں! تو یہ نمبر ایک ہوا....."

دروازہ بند ہو گیا۔ انجن چل پڑا۔

(۱۰)

ڈینس اکیلا آیا تھا۔ وہ تیزی اور ہشیاری سے متعلقہ علاقے میں داخل ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ جو کچھ ہونا ہے جلد ہو جائے گا۔ اور اسی مقام پر پہنچ کر جہاں اسے

پولیس سے مڈبھیڑ کی توقع تھی وہ اور بھی چوکنّا ہوگیا ـــــ وہ رُک گیا، ٹوپی نیچے کھینچی اور مفلر اوپر۔ اس کا دایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں ریوالور کے دستے پر تھا۔ ..... پانچ منٹ تک وہ تاریکی کا جزو بنا رہا۔ ساکت، خاموش، ہمہ تن انتظار، ہمہ تن گوش ـــــ لیکن ابر آلود آسمان سے شہر کے متواتر اور مدھم شور کے سوا اسے کوئی گونج سنائی نہ دی ـــــ پولیس کی موٹریں، قدموں کی چاپ، سرگوشیاں ـــــ وہ حیران ہوگیا، اسے اپنے کانوں کا اعتبار نہیں آرہا تھا۔

وہ حیران تھا کہ پولیس کہاں گئی؟ لیکن اس سوال کا جواب سوچے بغیر وہ پھر چل پڑا ـــــ وہ ہوا کی طرح چل رہا تھا، کبھی تیز، کبھی آہستہ۔ لیکن اسے اعصاب پر اپنے جسم کی ایک جنبش پر قابو تھا ـــــ اب وہ بستی کے مرکز کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مل کی سیڑھیاں!

ڈینس گلی کے نکڑ پر رک گیا۔ سامنے بچے شام کا ڈرامہ دوہرا رہے تھے۔

"ڈز! ڈز! ـــ ٹھا..... میں جونی ہوں بے اور تم میرے ساتھی ....."

ڈینس رکا اور اس سڑک پر ہولیا جہاں جونی کار سے گرا تھا۔ اور کھوج ڈھونڈنے لگا۔ ـــ کوئی نشان، کوئی پتہ۔ تھوڑی دور چل کر وہ اس گلی کی طرف ہوگیا جہاں جونی غائب ہوا تھا۔ سامنے بچے کھیل رہے تھے۔ دفعتاً ایک بچہ دبے پاؤں اس کی جانب بڑھا۔

"مسٹر مسٹر! پیسہ"

ڈینس نے یہ جاننے کے لئے وہاں پولیس تو نہیں ہے بچے کو سپاہی کی دھمکی دی لیکن بچے پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا

"پیسہ، مسٹر پیسہ!" اُن کے یہاں اجنبی کب کب آتے تھے

"بلاؤں سپاہی کو ـــــ ابھی وہیں کھڑا ہوگا ....."

اتنے میں اور بچے بھی آگئے اور ڈینس نے کہا

"ارے دیکھو۔ یہ لڑکا کہہ رہا ہے کہ اس نے پولیس کو نہیں دیکھا"

"مسٹر مسٹر۔ کہاں ہے پولیس؟" ہجوم میں سے ایک تیز طرار لڑکا آگے بڑھا

"تم بھی نہیں جانتے۔" ڈینس نے کہا۔ "پولیس یہاں آئی تھی نا۔ اس آدمی کو پکڑنے کے لئے جس نے مل کے خزانچی کو مار ڈالا تھا۔"

لیکن اسے معلوم ہوا کہ پولیس آئی تھی لیکن چلی گئی

"تم نے اس آدمی کو دیکھا ہے جس نے مل کے ملازم کو مارا تھا؟"

"میرے ابا نے اُسے دیکھا تھا۔" ایک لڑکی نے کہا

"بکو مت! بچوں کے لیڈر نے کہا۔ پھر ڈینس سے خطاب کرتے ہوئے "میں نے دیکھا تھا اسے....."

اور پھر سبھی بول اُٹھے۔

یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ان میں سے ہر ایک نے جونی کو دیکھا۔ جونی ـــــ قاتل، ڈاکو، چور، فلموں کا بہادر، جس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا، وہ ریوالور دھائیں دھائیں کرتے، سٹین گن ..... بچے خبریں بیچ رہے تھے۔ انعام کے لالچ میں انہوں نے اپنے تصور کو پوری آزادی دے دی اور ڈینس کی نظروں کے سامنے ہر آن اپنے دوست کی ایک نئی تصویر اُبھرنے لگی۔ نرالی، متحرک، ڈرامائی!.....

.... لیکن ایک لڑکی سہمی ہوئی سب سے الگ کھڑی تھی۔ اس نے جونی کو دیکھا تھا۔ اور وہ اسی وقت سے متحیر تھی۔ اس کے نزدیک یہ سب کچھ نہایت ہی پُراسرار تھا

ناقابلِ فہم. حیران کن!..... اور ڈینس کے سامنے اپنے ہم سنوں کو جھوٹ بولتے دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہو گئی۔ اور ان سے ہٹ کر سوچنے لگی کہ اپنا راز اپنے تک ہی محدود رکھے یا.....

ڈینس نے دیکھا کہ وہ اسے نہایت غور سے دیکھ رہی ہے۔ لڑکی کو یوں احساس ہوا جیسے ڈینس دھندلکے کی ہانپتی، کانپتی، گرتی پڑتی زخمی ہستی ہے اور اس کے بعد کے واقعات کی ایک کڑی ہے۔ لڑکی نے دیکھا کہ وہ بچوں میں پیسے بانٹ رہا ہے اور وہ بھی سہمی ہوئی دو قدم آگے بڑھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید ڈینس ہی وہ شخص ہے جس سے وہ اپنے دل کا بھید کہہ سکتی ہے، اپنے من کا بوجھ ہلکا کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈینس اُسے اچھا آدمی محسوس ہوا

"تم نے اسے دیکھا تھا بیٹی ——— اس آدمی کو؟"

لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا

"کہاں؟"

لڑکی نے کوئی تیس چالیس گز کے فاصلے پر اشارہ کیا

"کسی مکان میں؟"

"نہیں۔" لڑکی نے جواب دیا "وہاں!"

"وہاں؟" ڈینس نے ہوائی حملوں کی پناہ گاہوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ہوں۔" لڑکی نے دبی زبان میں کہا "بائیں ہاتھ۔ دوسرا شیلٹر۔"

ڈینس نے دیکھا کہ لڑکی گھبرا گئی ہے۔ شاید مخبری کے خلاف اس کی آبائی نفرت بیدار ہو رہی ہے۔ ڈینس نے اس کی جانب ایک شلنگ بڑھایا

Taj Tahir Foundation

"پولیس نے اسے پکڑ تو نہیں لیا تھا؟"

"نہیں" لڑکی نے سر ہلایا

"وہ بھاگ گیا تھا؟"

لڑکی کے دماغ پر ایک دھند چھا گئی۔ وہ اس سارے قضیے کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی۔ تاہم اس نے پھر یہی بات دُہرائی کہ اُس نے جوؔنی کو ایر ریڈ شیلٹر میں دیکھا تھا

"اور پولیس تو نہیں آئی تھی؟" ڈینؔس نے اپنی تسلی کرنے کے لئے پوچھا

لڑکی نے سر ہلایا کہ نہیں۔ ڈینؔس کے ذہن میں سوالات کا ایک سیلاب اُمڈ رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان کی تدریجی اہمیت کا فیصلہ کر سکتا لڑکی بچوں کے ہجوم میں غائب ہو گئی ——— اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا، اور اس کے بعد وہ پھر بچہ تھی، آزاد، فکرِ فردا و غمِ دوش سے بے خبر جس کا حال کے ہنگاموں سے کوئی تعلق نہ تھا ——— صرف کھیل، صرف آزادی!.....

دیا سلائی کی روشنی میں ڈینؔس نے دیکھا کہ ایر ریڈ شیلٹر کے اندر خون کا ایک ننھا سا جوہڑ بنا ہوا ہے ——— "تو جوؔنی یہاں آیا تھا؟" اس نے سوچا، اور اس کی تلاش میں پھر آگے بڑھا۔

اس نے چاہا کہ اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لئے سیٹی بجائے۔ لیکن وہ اس خیال سے رک گیا کہ شاید جوؔنی اب تک گرفتار ہو چکا ہے اور پولیس اب ان کی گھات میں ہے۔

وہ قریب قریب بھاگ رہا تھا اور ہر قدم پر اس کا یقین مستحکم ہوتا جا رہا تھا کہ پولیس

نے ان کے لئے جال بچھا رکھا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے ساتھیوں کو خطرے سے کس طرح باخبر کرے؛ —— وہ رک گیا اور سوچنے لگا

مگر اندھیرے میں یہ سائے کیسے تھے —— ریوالور کی لبلبی پر اس کی انگلی اور سخت ہو گئی

"ڈینس!"

رابرٹ اور سیمس کی آوازیں! ڈینس کا اندیشہ غصّے میں بدل گیا

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ انہیں اپنی چوکی چھوڑنے پر ڈانٹ رہا تھا۔

"سنو ڈینس! سنو" سیمس نے کہا، "شاں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کم بخت درجنوں کے حساب سے گھوم رہے ہیں۔ ساری بستی کی ناکہ بندی۔ اچھی خاصی فوج ہے فوج! ..... یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

"اور جونی کا کچھ اتہ پتہ؟" رابرٹ نے پوچھا

"اس شیلٹر میں پڑا تھا۔" ڈینس نے جواب دیا، "اس کے بعد خدا معلوم!"

"اب کیا حکم ہے؟"

لیکن ڈینس سخت برہم تھا کہ انہوں نے حکم عدولی کیوں کی ہے، اور اپنی جگہ سے ہلے ہی کیوں ہیں

"تمہیں شرم آنی چاہئے ——"

لیکن وہ کچھ کہتے کہتے دفعتاً رک گیا۔ یہ قدموں کی چاپ کیسی تھی۔ تینوں تاریکی میں گھورنے لگے

پولیس!

Tai Tahir Foundation

سیمس کے ریوالور سے دو شعلے نکلے اور سیمس بھاگ کھڑا ہوا۔ تین گرانڈیل سپاہی ڈینس اور رابرٹ پر ٹوٹ پڑے۔

(۱۱)

پانچ انسانی جسم ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے ۔ گھونسے اور لاتیں اور ٹھوکریں ہر ممکن وار پر تا جا رہا تھا۔ ایک فولادی ٹوپی نالی میں جا پڑی۔ ایک ڈنڈا ہوا میں لہرایا اور پٹری پر جا گرا۔ دور ایک فائر کی آواز آئی اور گولی سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ ایک سپاہی اس "گلجھٹی" سے نکلا اور اس طرف متواتر گولیاں برسانے لگا۔ جدھر سے فائر ہوا تھا۔

ڈینس سپاہی کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس نے سنا کہ ایک سپاہی نے سیمس کے فائر کا جواب دیا ہے اور اس کے پیچھے بھاگا ہے ——— لیکن الٹی طرف۔ ڈینس کے جی میں آئی کہ دل کھول کر قہقہہ لگائے۔ دفعتاً ڈینس کے اوپر جھکے ہوئے شخص نے ڈینس کی ٹانگ چھوڑ کر اس کے بازو کو قابو کرنا چاہا۔ لیکن اس لمحی وقفے میں ڈینس ایک ہی جست میں آزاد تھا۔ سپاہی نے اپنا ریوالور نکالا لیکن وہ ابھی نشانہ بھی نہیں باندھ پایا تھا کہ ڈینس کا پاؤں ہوا میں لہرایا۔ سپاہی کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا اور ڈینس بھاگ نکلا

ڈینس کے جانے کے بعد رابرٹ زیادہ دیر سپاہیوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ تھک کر گر گیا۔ اور اسے گرتے دیکھ کر ایک سپاہی نے اپنا ڈنڈا اس کے سر پہ مارا جس سے رابرٹ کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اور وہ اسے لوگوں کے قہقہوں اور

شور میں کھینچتے ہوئے لے گئے۔

دوڑتے وقت ڈینس کی ہیٹ گر گئی تھی اور اس نے اپنی جیلی پٹی بھی اتار پھینکی تھی جو اس نے پولیس کو جھانسا دینے کے لئے باندھی تھی..... گلی کی عورتیں ان تحائف کے لئے بلیوں کی طرح لڑنے لگیں۔ بلے کے ایک انبار کے پیچھے ڈینس اور سیمس نے یہ جھگڑا سنا اور کہا کہ "اب یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔

"کدھر کو؟" سیمس نے پوچھا "کہاں؟"

علاقہ ڈینس کا دیکھا بھالا تھا اور اسے معلوم تھا کہ کوئی راستہ پولیس سے خالی نہ ہوگا۔ "بہت دوڑیں" اس نے کہا

"چپے چپے پر تو پولیس موجود ہے۔" سیمس نے کہا "جائیں گے کہاں؟"

لیکن اس کے سوال کا اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے ڈینس کی آستین کھینچی۔

"خدا معلوم جونی کہاں ہے؟"

سیمس نے اسے ٹھوکا دیا۔

"اگر ہمیں یہاں سے نکلنا ہے تو۔ میرا مطلب ہے کہ پھر پولیس کو اس کا موقعہ ہی کیوں دیا جائے....."

لیکن ڈینس خاموش رہا۔ وہ اپنے دوست جونی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی زندگی چند خاص مقاصد کی ترجمان تھی ـــــ نصب العین کی نذر! خزانچی کا قتل محض بدقسمتی تھی۔ لیکن اس سے بھی جونی کے مرتبے میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اسے شہیدوں کا درجہ حاصل ہوگا۔ شاں اور رابرٹ بھی اس "عزت" میں شریک ہوں گے۔ لیکن وہ، ڈینس کیوں علیحدہ رہ گیا تھا۔ ڈینس رشک سے بے تاب ہو گیا۔ وہ

سوچنے لگا کہ جماعت کے مقاصد کی تشکیل ہو رہی ہے۔ جونی کو موت کی سزا ملے گی۔ باقیوں کو عمر قید۔ ایک فقط وہی اندھے گھروندوں اور اداس گلیوں میں جینے کے لئے پیچھے رہ جائے گا اور اسے پولیس اور حکومت کے خلاف اپنی کوششیں جاری رکھنا ہوں گی۔ کوششیں جو شاید کبھی کامیاب نہ ہوں گی۔

تنہائی کی یہ زندگی ساتھیوں کی شاندار موت سے کس قدر مختلف تھی۔ شہادت اور شہرت کی موت کے مقابلے میں گم نامی اور روپوشی۔

اس کی روح میں تنہائی اور حسد کے شعلے پھوٹ پڑے۔

"میں نہیں مڑوں گا۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔ "میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" سیمس نے اس کی آستین کھینچتے ہوئے کہا۔

"میں پولیس سے نہیں ڈرتا۔"

"ہوش میں آؤ ڈینس۔" سیمس نے اسے جھنجھوڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"کیا مجھے کتے کی طرح تمام عمر ان کے قدموں میں لوٹنا ہوگا۔ ان کے پاؤں چاٹنا ہوں گے؟"

"چیخ کیوں رہے ہو ڈینس؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے ایکا ایکی؟ آہستہ بولو خدا کے لئے۔ وہ سن لیں گے۔"

"سنتے ہیں تو سن لیں! میں جونی کو تلاش کروں گا۔"

"سنو ڈینس۔" سیمس نے کہا۔ "کون جانے کہ جونی ہم سے پہلے ہی ہیڈ کوارٹرز پہنچ گیا ہو اور ہمارا انتظار کر رہا ہو ——— ہم کسی کو بھیج کر پتہ نہ کر لیں۔ مگر تم

اٹھو تو سہی۔"

"میں پولیس سے نہیں ڈرتا۔ میں اس ..... "پولیس سے نہیں ڈرتا!"

وہ کھڑا ہو گیا۔ لیکن سیمس نے آستین سے پکڑ کر اسے پیچھے کھینچ لیا۔

"شیخی مت بھگارو ڈینس۔"

"تم ہیڈ کوارٹرز جاؤ!" ڈینس نے سیمس سے کہا۔

"تمہیں یہاں چھوڑ کر میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔" سیمس نے جواب دیا۔

"یہ میرا حکم ہے!"

"لیکن میں اس وقت تمہارا حکم ماننے سے انکار کرتا ہوں، جب تک مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ تم ہوش میں ہو۔"

ڈینس نے ریوالور نکال لیا۔

"خدا کے لئے!" سیمس پکارا

لیکن ڈینس سیدھا سڑک کی طرف بڑھا

"میں جونی اور اپنے ساتھیوں کی طرف جا رہا ہوں۔"

"جونی، رابرٹ اور شاں کی طرح گرفتار ہو چکا ہے ڈینس۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں ورنہ ہم بھی ——"

"میں پولیس سے نہیں ڈرتا۔ میں ان کی جوتیاں نہیں چاٹوں گا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہوں۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو ڈینس۔ رک جاؤ۔ واپس آ جاؤ۔ سامنے پولیس آ رہی ہے۔"

لیکن ڈینس کے قدم نہ رکے۔ سیمس اس کے پیچھے بھاگا اور ریوالور تانے اس کے

Taj Tahir Foundation

سامنے کھڑا ہوگیا۔

"ہوش میں آؤ ڈینس۔ تم جونی کے نائب ہو، تمہارے بغیر پارٹی کیا کرے گی؟"

لیکن ڈینس نے اپنے ساتھی کا ریوالور والا ہاتھ ایک طرف ہٹا دیا۔ اور اس کے قدم پھر آگے اُٹھے۔ سیمس بوکھلا گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم سن ہوا جا رہا ہے۔ اور اس کی جرأت جیسے منجمد ہوئی جا رہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر پولیس لوگوں کے ایک ہجوم کو منتشر کرنے کی کوشش کر رہی ہے..... پھر۔ دفعتاً خاموشی چھا گئی۔ صرف ڈینس کے پاؤں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔

"مسیح اس کی حفاظت کرے!" سیمس بڑبڑایا۔ اب وہ اسے نہیں چھوڑیں گے

وہ لمحہ بھر کو رکا اور پھر کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر ڈینس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

—— سامنے سپاہیوں کے سائے منڈلا رہے تھے۔ وہ ایک طرف ہو گیا۔ سپاہی للکارے۔ لیکن ڈینس نہ رکا۔ سیمس نے دیکھا کہ چار سپاہی سامنے ریوالور تانے کھڑے ہیں۔ وہ دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ اور پھر اس نے نشانہ باندھا۔ یہ یک وقت چھ ریوالوروں کی آواز فضا میں گونجی۔ گولیاں سنسنائیں، چیخیں اُبھریں۔ سیمس کی آنکھ سپاہیوں پر لگی ہوئی تھی۔ لبلبی پر اس کی انگلی کا دباؤ پھر بڑھ گیا۔ دو اور پٹاخے..... اور اس نے دیکھا کہ چاروں کانسٹیبل زمین پر پڑے ہیں۔ اور اُن سے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے ڈینس بھی ٹھنڈا پڑا ہے۔ چھلنی۔ بے جان!

سیمس ڈر گیا۔ اس نے جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ ریوالور بھرا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے —— وہ اکیلا تھا..... وہ تین..... جنگ میں..... وہ اکیلا تھا

دفعتاً وہ مڑا اور بھاگ کھڑا ہوا ——— جان بچانے کے لئے۔ ڈینس، رابرٹ شاں اور جونی کی تقدیر سے بچنے کے لئے..... وہ ایک بار پھر زندگی کی آوازیں سننا چاہتا تھا، ٹریفک کا شور، شہر کی ہماہمی.....

(۱۲)

ٹریم کی کھڑکیاں بند تھیں اور مسافروں کا دم گھٹ رہا تھا۔ اگر کوئی منچلا انہیں کھولتا بھی تو ترلے زکام سے ڈرنے والے گاڑی سر پر اٹھا لیتے۔ لیکن مخالف گروہوں کی شکایتوں کے باوجود کنڈکٹر اپنے کام میں مگن تھا۔ اور گاڑی ٹکٹ لیجئے....."

کی صدا سے گونج رہی تھی۔

مسافر زیادہ ہو گئے۔ ڈرائیور نے کہا کہ گاڑی نہیں چلے گی۔ لیکن مسافر پھر بھی نہ اُترے۔

کنڈکٹر کی منت سماجت بے کار ثابت ہوئی۔ بے فکرے اپنی دھن میں مگن رہے۔ ضد پر مصر کہ ہم تو ضرور جائیں گے..... اور ایسے میں گاڑی نہیں چل سکتی تھی۔

دفعتاً سیمس نے دیکھا کہ ڈرائیور کے دروازے کی زنجیر ہلی اور ڈرائیور ٹریم سے باہر کود پڑا۔

سیمس سمجھ گیا ڈرائیور گاڑی کو خالی کرنے کے لئے پولیس کی امداد حاصل کرنے گیا تھا۔ سیمس کے دل میں اور ہی اندیشے جاگ اُٹھے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس بھیڑ سے نکل سکتا ڈرائیور واپس آگیا۔ اس کے ساتھ ایک دراز قد سپاہی بھی آیا

"گاڑی خالی کر دو۔ فالتو سواریاں اتر جائیں....."

سپاہی بھیڑ کم کرنے کی کوشش میں آگے بڑھ رہا تھا۔ یکایک اس کی گردن کسی سارس کی طرح اونچی ہوئی اور اس نے سیمیں کو دیکھ لیا۔

سیمیں تاڑ گیا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ مگر اس ساعت کسی لڑکے نے شرارت کی اور سپاہی کی ٹوپی اس کی آنکھوں پر آ رہی —— سیمیں جھکا، لپکا اور ٹریم سے باہر کود گیا

اتنے میں سپاہی بھی اپنی ٹوپی سنبھال چکا تھا..... لیکن اس کے اترتے اترتے 'شکار' اندھیرے میں غائب ہو گیا..... شکار، انعام، ترقی!

(۱۳)

ہوا تیز ہو گئی اور سیمیں کی رفتار سست ہو گئی، اسے یوں محسوس ہوا جیسے قدرت بھی اس کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔ لیکن وہ بڑھتا گیا۔

ہوا بین کر رہی تھی اور وہ خود کو اکیلا محسوس کر رہا تھا —— گذری ہوئی کل اور اس سے پہلے کئی دن، کئی راتیں، مہینے اور سال، اس کی زندگی خطروں سے دوچار ہو رہی تھی۔ اور وہ خطروں کا عادی تھا۔ اور جب کبھی چند دن 'چین' کے گذرے تھے تو وہ ہمیشہ بے چین ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسے ہر بار یہ محسوس ہوا تھا کہ جہاں باقی دنیا ہزارہا سال سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اس کی زندگی ایک ایسے نصب العین میں صرف ہو رہی ہے جو بغیر مخالفت کے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور یوں وہ باقی دنیا سے پیچھے رہ گیا ہے —— تنہائی کا احساس اور شدید ہو گیا۔ جیسے باقی دنیا

اس کی پارٹی کے ہنگاموں اور ترقی کی راہ میں روکاوٹوں کا انتقام چاہتی ہے۔ اور اس انتقام کے لئے دنیا کی نگاہیں اس پر گڑی ہوئی ہیں۔ جوؔنی کی روپوشی، ڈینیسؔ کی موت اور دوسرے ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد اب وہی دنیا کے انتقام کا نشانہ ہے۔ خزانچی کی موت سے لے کر ڈینیسؔ کی موت تک تمام ٹریجیڈی کی تفصیل کسی خوفناک خواب کی طرح اس کی آنکھوں کے آگے اُبھری۔ وہ کراہ اٹھا اور اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔

اس حالت میں وہ ایک معمولی سے مکان کے سامنے رکا۔ دستک دی۔ پھر آگے بڑھا اور چند قدم جاکر پھر لوٹ آیا ——— اب کے دروازہ کھلا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔

مکان کے اندر اس کے کئی ہم عمر مرد اور عورتیں آگ کے گرد بیٹھے تھے۔ ہمہ تن انتظار لیکن خاموش۔ وہ متوقع تھے لیکن مایوس۔ سیمؔس کی آنکھیں جیسے چندھیا گئی تھیں، اور وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ جیسے کچھ کہہ رہا ہے لیکن نہیں کہنا چاہتا۔ اوورکوٹ کے بٹن کھولتے وقت اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں اپنے ان سرتاپا انتظار ساتھیوں سے ہوکر ایک کرسی کی طرف بڑھیں، جو ایک عورت نے اس کے لئے کھسکا دی تھی۔ اور وہ کرسی میں دھنس گیا۔ جیسے اسے اپنے جسم پر کوئی قابو نہیں ——— آتشدان سے شعلوں کی آوازیں آرہی تھیں، اور ان آوازوں کے ساتھ ساتھ سیمؔس کے ساتھیوں کے سانس بھی سنائی دے رہے تھے۔ اس فضا میں دبا سلائی کی رگڑ سنائی دی۔ باہر ہوا پھر سیٹیاں بجانے لگی۔ اور اوپر کسی کمرے میں کھڑکی کے شیشے جھنجھنا اٹھے۔

"سگرٹ!" سیمس نے کہا
سوالات کی بارش شروع ہوگئی
"جونی مل گیا؟"
"جونی کہاں ہے؟"
"کیا ہوا؟"
"وہ گیا کہاں؟"
"اور....."

سوالات نے اسے نڈھال کردیا۔ اس کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا جیسے کہہ رہا ہے
'چپ ہوجاؤ!' اس کی آنکھیں مند گئیں اور ہونٹ ہلے
"پوچھو نہیں ——— بس پوچھو نہیں ———"

آوازیں خاموش ہوگئیں اور خاموشی بوجھل بن گئی۔ سیمس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے ساتھیوں کے سوالوں کا کیا جواب دے۔ واقعات کی رفتار، اس کا اکیلا پن، اور سر پہ معلق انجام کا احساس اس قدر مہیب تھا کہ لفظ اس کی ترجمانی نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود لفظ ابھرے، ایک ایک کرکے، قطرہ قطرہ۔ لیکن ہونٹوں پہ پہنچ کر وہ ایک سیلاب کی طرح امڈ آئے۔ سیمس جذبات سے مغلوب ہوگیا اور غم اور غصے کے تار جھنجھنا اٹھے۔

"وہ سب جا چکے ہیں۔ شاں اور رابرٹ گرفتار ہوگئے ہیں اور ڈینس....."
وہ سسکیاں لینے لگا
"وہ مارا گیا ہے۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔ "مارا گیا ہے۔"

Taj Tahir Foundation

عورتیں آنسو بہانے لگیں۔ مرد آہیں بھر رہے تھے اور کانپتے ہاتھوں سے سگرٹ پی رہے تھے۔ کئی منٹ گزر گئے۔ نہ جانے کون کچھ پوچھ رہا تھا

"اور تمہیں معلوم ہے کہ پیٹ، نوئل اور مرفی بھی.....؟"

"طیرکیسہ کے مکان کے باہر!" کسی نے کہا

اور تفصیلات کا سیلاب امڈ آیا۔

"خاموش!" سیمس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ "چپ ہو جاؤ خدا کے لئے۔ میں سوچنا چاہتا ہوں۔" وہ کانپ رہا تھا اور اس کے ذہن پر خوف کی دھند چھائی ہوئی تھی جو ہٹائے نہیں ہٹ رہی تھی۔

"تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے سیمس؟ جونی کی کوئی خبر نہیں آئی۔" سیمس کے ایک ساتھی نے پوچھا

لیکن سیمس کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

"اسے آرام کرنے دو۔" ایک عورت نے کہا

اور سب چپ ہو گئے، لیکن خاموشی انہیں کچل رہی تھی۔ کمرہ پھر بھنبھنا اٹھا۔ سیمس کے ساتھی ٹریجیڈی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کر رہے تھے ــــ یہ کون ان آوازوں میں صرف ایک شور سنائی دے رہا تھا ــــ خوف کا شور۔ "یہ کیا سیمس!"

"سیمس!" اس کے ایک ساتھی نے نہایت ہی نرم آواز میں کہا "سیمس!"

"ہوں۔ کیا ہے؟"

"میں۔ فقط یہ کہنا چاہتا تھا ــــ"

"کہ اگر جونی گرفتار ہو گیا تو میں تمہارا سالار ہوں!" سیمس نے اپنے ساتھی کی

بات کاٹتے ہوئے کہا، "جونی کے بعد میں تمہارا چیف آف سٹاف ہوں۔"

اس کی آواز گونج اٹھی

"اور میرے بعد کوئی اور آجائے گا۔ اور اگر وہ بھی گولیوں سے چھلنی ہو گیا اور اس کے بعد..... مگر میں پوچھتا ہوں یہ سلسلہ کب ختم ہوگا۔ کیا بنے گا، کیا ہوگا۔ کب ختم ہوگا یہ سلسلہ؟ ——"

"کبھی نہیں سیمس۔" یہ ایک عورت کی آواز تھی۔ "اس وقت تک نہیں جب تک کہ ہمارا مقصد پورا نہیں ہو جاتا، ہم اپنا نصب العین نہیں پا لیتے۔"

(۱۴)

ڈینس کی روانگی کے بعد ایگنس کمرے کی چیزیں سنبھالنے لگی۔ اس نے ایش ٹرے میں پڑے ہوئے سگرٹوں کے ٹکڑے آتشدان میں انڈیل دئے۔ کرسیاں دیوار کے ساتھ لگا دیں اور باورچی خانہ کی طرف بڑھی جہاں دوسری عورتوں نے اس کی آمد سے پہلے ہی چاء کے برتن دھو دھلا کر رکھ دیئے تھے۔ اور یوں پارٹی کے عہدہ داروں کی موجودگی کے تمام آثار مٹ گئے۔

کمرے میں واپسی پر اسے یوں احساس ہوا جیسے آگ کے راحت بخش شعلوں سائیں سائیں کرتی ہوئی گیس کی قندیلوں کی روشنی کے باوجود کمرے میں کوئی اور کیفیت بھی طاری ہے۔ جیسے آدمی کی روانگی کے بعد دنیا کی تمام خاموشی اسی کمرے میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات اپنی مضطرب ساعتوں کے جلو میں اسی کے تصور میں تحلیل ہو رہی ہے۔

Taj Tahir Foundation

وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہ اسی کے باپ کا مکان تھا۔ اور یہیں وہ بچی سے عورت بن گئی تھی۔ یہیں اس نے روزمرہ کی بے کیف زندگی سے اکتا کر خواب دیکھنے شروع کئے تھے۔ اور اپنے من کی عجیب و غریب دنیا کا کھوج نکالا تھا۔ اس کی جذباتی روح پروان چڑھی تھی۔

دفعتاً اس نے کمرے کے در و دیوار پر نظریں دوڑائیں۔ یہ کمرہ اور اس کی ہر چیز اس محدود منظر کے لوازمات تھے جہاں وہ جونی کی آمد سے پہلے ایک اہم کردار کی حیثیت سے ظاہر ہوئی تھی —— وہ اور اس کی ماں جو اب مر چکی تھی۔ اور اس کا باپ جو شاذ ہی گھر آتا۔ یہ تھے اس مختصر سے اداس سٹیج کے کردار۔ جن میں اسے ہمیشہ سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اسے اپنی صلاحیتوں پر ہمیشہ اعتماد رہا تھا۔ ارادے پر بھروسہ، قوت پر اعتقاد! لیکن یہ یقین اب اس کا ساتھ کیوں چھوڑ رہا تھا

جونی کی آمد سے پہلے اس نے جونی کے کارناموں کی گونج سنی تھی، اور اس کا تصور آباد ہو گیا تھا۔ تخیل جگمگا اٹھا تھا۔ جونی کی ہنگامہ خیز زندگی پہ رومان کا رنگ چڑھ گیا۔ وہ اسے اپنی قوم کا بہترین نوجوان نظر آنے لگا۔ ایک مکمل مرد! وہ اس کی ایک تصویر (جسے اس نے اخبار سے کاٹا تھا) ہر وقت اپنے ہینڈ بیگ میں رکھتی۔ اس کی ایک تصویر اس کے ذہن میں محفوظ تھی، صرف اس کی ملکیت تھی۔ اور یہ تصویر اس کے من کی موج کے مطابق رنگ بدلتی رہتی تھی۔ اس تصویر نے اس مکان کے محدود منظر کو وسعتیں بخش دیں۔ محدود کو لامحدود کر دیا۔ اور ایگنس کی دنیا میں امید کی کرن لگا دی۔

اور پھر ایک رات وہ جیل سے بھاگ نکلا اور اس گھر میں پناہ گزین ہوا۔
ایگنس کی زندگی پر مسرتوں کی روشنیاں جھلملا اٹھیں۔ اس کی مغرور متکبر روح کو اس بات کا یقین آگیا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے بنے ہیں۔ اور یہ اس کی قوتِ ارادی کا کرشمہ ہے۔ اس کی خواہش کا شیدہ جو اس کے خوابوں کے محبوب کو آپ سے آپ وہاں کھینچ لائی ہے۔ اسے اس کا قرب حاصل تھا۔ دونوں ایک ہی میز پہ کھانا کھاتے۔ ایک ہی گھر میں رہتے۔ گھنٹوں آپس میں باتیں کرتے۔ اور یوں ایگنس کو پارٹی کے نصب العین سے ہمدردی ہو گئی۔ اور وہ جوتی کی خاطر اکثر خطرناک کام اپنے ذمے لے لیتی۔

وہ اس کے گھر میں ایک قیدی تھا، اور ایگنس کو یقین تھا کہ جب بھی وہ گھر میں قدم رکھے گی اسے وہاں موجود پائے گی ——— اور وہ خوش تھی۔

یہ اس کی زندگی کا راز تھا۔ اس کی جذباتی، متکبر اور حاسد روح کا عزیز ترین سرمایہ۔ وہ خوش تھی کہ جوتی اس کی قید میں ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اسے اپنے محبوب کی اس حالت پر رحم آنے لگا۔ اس کے دل میں رحم، ندامت، ہمدردی کے جذبات ابھرے۔ محبت نے ان سب پر قابو پا لیا۔ اور چاہت کے ساتھ ساتھ چاہے جانے کی خواہش نے اس کی روح کو مضطرب کر دیا۔

لیکن اس محبت کی ایک کرن بھی جوتی کی روح تک نہ پہنچی۔ وہ ایگنس کی پہنچ سے باہر تھا۔ اس کا اور واقعات کا قیدی۔ ایگنس کے حسن کی حدت اس کے نصب العین کی یخ بستہ گہرائیوں میں جذب ہو گئی۔ وہ کس قدر بے حس تھا۔ کتنا متعصب۔ لیکن اس کے باوجود اس کی، تلاش، اور اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دینے

کی خواہش، ایگنس کی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گئی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ یہ سعی لاحاصل ہے۔ جونی کا سینہ محبت کی لطافتوں سے خالی تھا۔ جونی اپنی جماعت کا سردار تھا اور جماعت کا ایک معمولی رکن بھی اسے ایگنس سے زیادہ "قریب" تھا۔

مگر وہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ ہر روز، ہر گھڑی اور اس کی موجودگی ایگنس کی متکبر روح اور تشنہ جذبات پر طعنہ زن تھی۔ وہ اس کے ان خوابوں کا سرچشمہ تھا جن کی تعبیر ناممکن تھی۔ 'تسخیر' کی کوشش میں وہ 'مغلوب' ہو گئی تھی.... ...اور ڈینس نے اس کی متکبر روح کو عریاں دیکھ لیا تھا۔ اس کا حسن پائمال پڑا تھا۔ غرور مجروح تھا اور عزم مضمحل۔ لیکن جونی زخمی تھا۔ اور اس کی زندگی خطروں میں محصور تھی۔ شکست، شرم اور اندیشوں کی آغوش تنگ ہو رہی تھی۔

وہ سوچنے لگی کہ جونی کی گرفتاری سے لے کر سزا تک اس کے دل پر کیا گذرے گی۔ اذیت کا یہ احساس اس خیال سے اور بھی شدید ہو گیا کہ ڈینس اب اس راز سے واقف ہے۔ ناکام محبت، مجروح جذبات، پائمال حسن اور شکست خوردہ غرور کا تماشائی!

وہ کمرے میں ٹہلنے لگی اور جونی کی گرفتاری۔ سزا اور موت کے بعد کی تمام ویران ماہ و سال۔ اس کے تصور کے سائے پھیل گئے۔

باہر سڑک پر پولیس کی موٹروں کی آواز آئی..... لیکن ایگنس نے کچھ نہ سنا۔ کسی نے اس کے دروازے پر دستک دی لیکن ایگنس پھر بھی اپنے خیالات میں مگن رہی۔ دفعتاً دروازہ زور سے دھڈھڑایا اور چڑھی ہوئی آوازوں کا شور

اٹھا "دروازہ کھولو!"

ایگنس سمجھ گئی اور دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے کمرے پر ایک نگاہ دوڑائی کہ کوئی چیز اس بات کا پتہ تو نہیں دے رہی تھی کہ وہاں جوّنی کے ساتھی بھی جمع ہوئے تھے۔ پھر اسے بالائی منزل میں جوّنی کے کمرے کا خیال آیا — نہیں وہاں بھی کوئی ثبوت نہیں مل سکتا تھا۔ جوّنی اس بات کا خاص اہتمام کرتا تھا۔

دروازہ پھر پیٹا گیا "دروازہ کھولو! کھولو دروازہ، ورنہ توڑ دیا جائے گا!"

ایگنس نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے چار مسلح سپاہی کھڑے تھے۔ سڑک پر غیر معمولی حرکت، نظر آ رہی تھی

سامنے، ایک مکان سے اسلحہ برآمد ہوا تھا، اور پولیس گھر والوں کو ہانک، کر لئے جا رہی تھی۔ کچھ اور مشتبہ قسم کے لوگ بھی زیر حراست تھے..... پولیس مصروف تھی اور پولیس کے چار سپاہی جن کے ہاتھوں میں آٹومیٹک رائفلیں تھیں ایگنس کے دروازے میں کھڑے تھے۔

"ہمیں آپ کی خانہ تلاشی کا حکم ہے، مس!"

..... ایگنس کی باہیں اس کے حسین سینے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ کسی بیل کی طرح جو اپنے جذبات سے مرعوب ہو کر آپ اپنی ہی شاخوں سے لپٹ جاتی ہے۔ وہ غصے میں کھول رہی تھی، لیکن چپ تھی۔ دفعتاً اس کے کمرے کا دروازہ خاموشی سے کھلا اور ہیڈ کانسٹیبل اندر داخل ہوا —— ۳۷ برس کا ایک گبھرو جس کا خوبصورت چہرہ خوش مزاجی کا آئینہ دار تھا۔ لیکن اس پر فرض کی پرچھائیاں دوڑ رہی تھیں —— چند لمحے وہ بالکل چپ چاپ کھڑا رہا۔ ایگنس بھی چپ

تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حسن اپنے آپ کو آئینے میں تک رہا ہے۔ لیکن عکس، اس کو جواب نہیں دیتا۔

ہیڈ کانسٹیبل کے بائیں ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک بڑا سا ریوالور ـــــ ایگنس کی نگاہیں اس کے چہرے کی طرف اٹھیں وہ اسے دعوتِ مبارزت دے رہی تھیں۔ وہ 'قانون' کا نمائندہ تھا اور اس کے کمرے میں کھڑا تھا۔ جہاں کچھ عرصہ پہلے جوؔنی کو بچانے کی سازش ہوئی تھی اور ایگنس کو محسوس ہوا کہ اسے ضرور اس سازش کی خبر ہوگی۔ صرف ایگنس کی خاموشی سازش اور قانون کے درمیان ایک پردہ بن کر لٹک رہی تھی۔

"وہ کہاں ہے؟" ہیڈ کانسٹیبل نے نہایت ہی نرم اور جانے پہچانے لہجہ میں پوچھا۔

ایگنس کے دل کی دھڑکن اور تیز ہوگئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کمرے کی فضا میں پیٹؔ، نولؔن، مرؔفی، ڈینؔس، شاؔں، سیمؔس اور رابرؔٹ کے سایوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور ہل پر حملے ..... اور جوؔنی کے بچاؤ کی سازش تک کی تمام داستان کی گونج سن رہا ہے۔

وہ اور آگے بڑھا۔ کمرہ اس کی مردانہ موجودگی سے معمور ہوگیا

"میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

ایگنس نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ اس کی حسین آنکھوں کی سیاہیوں میں اپنے سوال کا جواب ڈھونڈنے لگا

"کمرے سے سگرٹوں کی بو آرہی ہے۔ وہ سب یہیں تھے" اور جیسے اس

بیان کی تصدیق کے لئے اس کی نگاہیں اور بھی ایگنس کی آنکھوں میں دھنس گئیں۔ "وہ سب یہیں تھے۔ ڈینس اور....."

لیکن ایگنس خاموش رہی اور اس نے اپنے چہرے سے وہ تمام جذبات اپنے اندر جذب کر لئے جو اس کے ذہن میں موجزن تھے ——— اوپر کے کمروں سے خانہ تلاشی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایگنس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی لیکن ہیڈ کانسٹیبل کی ٹھنڈی، نیلی اور نرم نگاہیں بدستور اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ ان کی نرمی اور بڑھ گئی اور ایگنس کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ٹھنڈک اور وہ نرمی اس کی روح کو چھو گئی ہے۔ ہیڈ کانسٹیبل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور غائب ہو گئی۔

ایگنس کو نقاہت کا احساس ہوا اور وہ میز کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ اس کے من کا بھید جان گیا ہے۔ وہ پھر مسکرایا۔

"سو وہ یہیں تھے..... اور جونی کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔"

اس کے ریوالور کی نال ایگنس کی ٹھوڑی سے چھو رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ انگلی کی طرح اس کی جلد پر جیسے پیار کر رہی تھی۔ جیسے وہ اپنی باتوں کی تائید چاہتا ہے۔

اس نے دیکھا کہ ایگنس روتی رہی ہے اور اس کے گالوں پر آنسوؤں کے نشان ہیں۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ طوفان کیوں اٹھا تھا ——— ریوالور کی نال ساکت ہو گئی، پھر ہلی اور ایگنس کا چہرہ اور اونچا ہو گیا۔

لیکن وہ خاموش رہی، اس نے کوئی مدافعت نہ کی۔ اسے اس بات کا قطعاً کوئی خوف نہیں تھا کہ وہ اس کی آنکھوں اور آنسوؤں کا راز جان چکا ہے۔ البتہ

اسے اسی طوفان سے ڈر لگ رہا تھا، اس غصے سے خوف آ رہا تھا جو اس کے اندر الفاظ کا پیرہن پہننے کے لئے بے چین تھا۔ ایگنس ڈر رہی تھی کہ یہ "الفاظ" کوئی اور راز نہ افشا کر دیں۔

"اب کے" ہیڈ کانسٹیبل کے ہونٹ ہلے۔ "اس بار وہ ایک شہری کے قتل کا مرتکب ہے۔ نہ اسلحہ اندوزی، نہ پولیس کی مخالفت۔ بلکہ ایک شہری کا قتل۔ اس مرتبہ اس کا بچنا محال ہے۔ ڈینس اور تمہاری جماعت چاہے کتنی بھی کوشش کر لے اس بار وہ نہیں بچ سکتا۔"

ریوالور کی نال ایگنس کی ٹھوڑی سے علیحدہ ہو گئی۔ لیکن اس کا لمس باقی رہا۔ معاً ایگنس کو یاد آیا کہ وہ اس کے آنسوؤں کا بھید جان چکا ہے۔ اور اس کی متکبر روح میں شرم کی لہر اٹھی لیکن فوراً خوف میں بدل گئی۔ "قتل" اس نے دل ہی دل میں دہرایا۔

ہیڈ کانسٹیبل نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اپنے ساتھیوں کو آواز دی... ..... کمرے کی ایک ایک چیز اپنی جگہ سے ہلا دی گئی..... لیکن ایگنس کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ پولیس کے سپاہی کمرے کو تہ و بالا کر رہے تھے لیکن ایگنس آتشدان کے پاس بیٹھی چٹختے ہوئے شعلوں کو تک رہی تھی۔

تلاشی ختم ہو گئی۔ سپاہیوں نے کمرے کی چیزیں پھر قرینے سے رکھ دیں اور ہیڈ کانسٹیبل کا اشارہ پا کر باہر چلے گئے۔ وہ ایگنس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"اچھا۔ شب بخیر۔ تم اس دھندے سے الگ ہی رہو تو اچھا ہے۔" وہ رک گیا۔ اس کا سر ہلا جیسے وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہے۔ لیکن نہ کہہ سکا۔ اس کا سر ایک بار پھر

ہلا، جیسے دوبارہ شب بخیر کہہ رہا ہے۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکا اور غائب ہو گیا۔

گھر کا صدر دروازہ دھماکے سے بند ہو گیا اور باہر پیڑی پر بھاری قدموں کی کھٹ کھٹ اور باتوں کا ملا جلا شور دور ہوتا گیا ——

چند منٹ گزر گئے —— خاموشی پھر ابھری۔ آہستہ آہستہ، دزدانہ، چپ چاپ، اور ایگنس کی روح پر چھا گئی۔ اور اس خاموشی میں ایک خوفناک لفظ سنائی دیا۔ "قتل!"

وہ اٹھی، فرکوٹ پہنا، سر ٹوپی سے ڈھانپا اور پھر اس کا ہاتھ کونے میں پڑی ہوئی ایک میز کے دراز میں کچھ ٹٹولنے لگا —— ہاتھ برآمد ہوا تو اس میں ایک چھوٹا سا ریوالور تھا جو اس کے کوٹ کی جیب میں چھپ گیا۔ اس نے گیس کی بتیاں بجھا دیں اور اپنے مکان کے صحن کی طرف بڑھی۔ اس کی باتوں میں ایک عجیب قسم کا انتشار تھا۔

(۱۵)

صحن میں لکڑی کے کئی خالی کھوکھے پڑے تھے۔ اس نے ایک کھوکھے کے اوپر دوسرا کھوکھا رکھا..... اور یوں اس نے کھوکھوں کا زینہ بنا کر اپنے مکان کی دیوار پھاندی اور پڑوس والے مکان کے صحن میں کود گئی.....

اس مکان کے باورچی خانے میں ایک بوسیدہ کرسی پر ایک معمر عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اور بیماری سے مرجھا چکے اور انگلیوں میں جیسے

رسّی کی طرح گرہیں پڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ اس کے خالی ہاتھ اس کی جھولی پہ پڑے تھے۔ بے حرکت، بے کار..... اور اس کی آنکھیں زندگی کی چمک اور خیالات کی روشنی سے خالی نظر آ رہی تھیں۔

ایگنس کی آمد پر اس کے ہاتھ ہلے، دھندلائی ہوئی آنکھیں ایک عجیب پُراسرار روشنی سے چمک اٹھیں جو ہر لحظہ کسی شمع کی طرح اُبھرتی گئی..... اس کے ہونٹوں پر ایک حسین مسکراہٹ پھیل گئی اور اس کا ہاتھ ایگنس کی طرف بڑھا

آؤ۔ بیٹھ جاؤ!"

ایگنس نے بڑھیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بڑھیا کی گرفت سخت ہو گئی۔ بلا کی طاقت تھی اس بوڑھے ہاتھ میں۔ اس نے نوجوان عورت کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر تبسّم اور بھی پھیل گیا۔ جیسے وہ اپنی لٹی ہوئی دولت وقت کے ہاتھوں سے چھین کر ایگنس کو پیش کر رہی تھی۔ اور بڑھیا کا حسن پل بھر کو اس کی پیلی جھریوں بھری جلد اور ابھری ہوئی ہڈیوں پر چمکا اور پھر وقت کی آغوش میں کھو گیا.....

"ایک زمانہ تھا..... دن تھے..." وہ جیسے اپنے آپ سے متکلّم ہوئی "دن تھے وہ بھی..... جب میرے گیارہ بچے تھے..... میرے بچے..... اور میرے بیاہ پر کتنی دھوم دھام تھی..... بے چارہ فٹز پیٹرک جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ میرا ناکام چاہنے والا ایسا گیا..... ایسا گیا..... کہ پھر نظر نہ آیا..... میں بھی شاندار دن دیکھ چکی ہوں..... فرنچی اور دوسرے لوگ مجھے "فرشتہ" کہا کرتے تھے... ہاں..... لیکن..... سورج کے طلوع و غروب کا یہی قاعدہ ہے..... یہی ہوتا ہے....."

اس کا تنفس تیز ہو گیا اور وہ ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی میں اس گھنٹی کی آواز تھی جس پر زنگ لگ چکا ہو۔ سیہ چشم ایگنس کے حسن و جمال نے بڑھیا کی بیتی بہاریں پھر زندہ کر دیں۔ اور اپنے حسن اور غرورِ حسن کی باتیں کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئی۔ ایگنس کی آمد سے غرورِ حسن اور حسد کی دبی ہوئی چنگاریاں اپنی راکھ میں پھر مچلیں۔ لیکن سو گئیں۔ جوانی کی آمد سے بڑھاپے کے تار جھنجھنائے اور خاموش ہو گئے۔

ایگنس مسکرائی۔ اس نے نہایت ہی نرمی سے اپنا ہاتھ بڑھیا کی گرفت سے چھڑایا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ اور دیوار پر آویزاں بڑھیا کی جوانی کی تصویر کو تکنے لگی۔ تصویر کے ساتھ ہی دیوار پر آئینے میں اپنا عکس بھی نظر آیا۔ دو حسین چہروں کو پہلو بہ پہلو دیکھ کر اور حسن کے انجام کے تصور سے ایگنس چونک پڑی اور اس کی آنکھیں ان چہروں سے ہٹ کر پھر بڑھیا پر ٹوٹ آئیں ——— بڑھیا مسکرا رہی تھی۔ لیکن مسکراہٹ گزر گئی۔

"پولیس نے اسے پکڑ لیا ہے؟" بڑھیا نے پوچھا

"کسے بڑی بی؟"

"وہی جو تیرے دل میں ہے بٹیا ——— جوئی۔ اور کون..... کون اور لیری کہہ رہے تھے کہ گولیاں چل رہی ہیں اور پولیس جوئی اور اس کے ساتھیوں..... کے..... پیچھے ہے..... خدا ان کی مدد کرے..... خدا ہمارے حال پر رحم کرے....."

اس کی یادوں بھری بوڑھی آنکھیں کھلیں اور پھر آتشدان میں جلتی ہوئی آگ پر گڑ گئیں۔ جس کی روشنی میں اس کی جھریوں بھری پیلی جلد اور بھی پیلی پڑی جا رہی تھی ——— اسے ایگنس کی روانگی کا بھی پوری طرح احساس نہ ہوا۔ اس کا ذہن دوڑتے

ہوئے قدموں۔ پولیس کی للکار اور گولیوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔ یہ آوازیں اس کے تصور کی ساتھی تھیں اور اس کے ذہن کا جزو..... اور جب یہ آوازیں ابھرتیں تو وہ ان ہنگاموں کے زندہ اور مردہ کرداروں کے بارے میں سوچنے لگتی۔ لیکن بعض اوقات اس کے تصور کی یہ آوازیں اتنی بلند ہو جاتیں کہ یادوں اور خوابوں کے نازک ریشے ٹوٹ جاتے۔ بڑھیا کراہنے لگتی اور ایسے میں بڑھیا کا بیٹا، بہو اور پوتے پوتیاں چڑھ جاتے

"اب چپ بھی کرو گی اماں بی"

لیکن جب کوئی سچ مچ کا ہنگامہ ہوتا۔ بھگدڑ مچتی، گولیاں چلتیں، خانہ تلاشی ہوتی تو بڑھیا خوب قہقہے لگاتی

"گولیاں چل رہی ہیں۔ لڑکے پولیس کو مزا چکھا رہے ہیں۔" اور وہ کسی پگلی کی طرح ہنسنے لگتی "خی خی خی !!"

(۱۶)

سرد اور پُر شور ہوا شہر کے گلی کوچوں میں سنسنا رہی تھی —— سمندر کی گہرائیوں اور بادلوں کی تاریکیوں سے ہوا کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور شہر کے در و دیوار سے سر پیٹ پیٹ کر چیخ رہی تھیں، بین کر رہی تھیں، آہیں بھر رہی تھیں —— لیکن ہوا کا شور انسانوں کے شور کو نہ دبا سکا جس کی لہریں ایکنس کے کانوں کے پردوں سے متواتر ٹکرا رہی تھیں —— خزانچی کے قتل اور جلاؤ گھیراؤ کے انتقام کا شور

جگہ جگہ، ہر موڑ پہ، ہر بازار میں، ہر سڑک پر۔ ہر ٹولی میں، ہر جمگھٹ میں، ہر شخص کا ہر کسی کا۔ یہی موضوع تھا، صرف ایک موضوع خزانچی کا قتل اور انتقام۔ انتقام کی آواز اکثر اوقات اکّا دکّا لوگوں کے منہ سے سنائی دیتی۔ لیکن ایجنس کو یوں لگ رہا تھا جیسے سارا شہر، ساری انسانیت ہم آہنگ ہو کر یہ آواز بلند کر رہی ہے۔ جیسے ایک ہجوم مل کر جوزف ـــــ ڈاکو، قاتل اور مفرور جوزف کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جوزف ہمارا ہے! لیکن ایجنس کہہ رہی تھی کہ "وہ میرا ہے" ـــــ اور جانتی تھی کہ آخر اسی کا حق تسلیم ہوگا۔ اور اس خیال سے اس کا ارادہ اور مستحکم ہو گیا اور وہ لائبریری اور تار گھر کے سامنے سے ہوتی ہوئی اسی علاقے کی طرف بڑھی جہاں جوزف کے ملنے کی امید تھی۔

اس نے دیکھا کہ پولیس جگہ جگہ گشت کر رہی ہے۔ ناکہ بندی مکمل ہے اور آس پاس کی تمام گلیوں سے گزرنے والوں سے ان کا اتا پتا پوچھا جاتا ہے ـــــ وہ پولیس کے گھیرے کی طرف بڑھی اور اس وقت اسے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ ایک 'سفید پوش' و بوقامت جاسوس اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ لیکن ایجنس کا ارادہ مستحکم تھا۔ خطرے نے اسے نڈر بنا دیا اور وہ جاسوس کے پاس سے یوں گزر گئی جیسے اسے کسی کی پروا نہیں۔ لیکن سامنے اندھیرے کی گہرائیوں میں اسے ایک اور سایہ نظر آیا ـــــ وہی ہیڈ کانسٹیبل!

"چہل قدمی؟" ہیڈ کانسٹیبل نے مسکراتے ہوئے پوچھا

لیکن ایجنس خاموش رہی

سفید پوش جاسوس نے اسے پھر آلیا۔

"پادری ٹوم کے یہاں جانا بے کار ہے ـــــ وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"
لیکن ایگنس بڑھتی گئی۔ اس نے جاسوس کا مشورہ ایک کان سنا اور دوسرے کان اڑا دیا۔

"میری مانو ـــــ گھر جاؤ، آرام کرو۔"
لیکن ایگنس نے ایک نہ سُنی .....
جاسوس نے پادری کے دروازے پر دستک
"بہتر۔ تمہاری مرضی، لیکن تم بہت دیر میں آئی ہو۔ جو فنی ہمارا ہے۔"
دروازہ کھلا۔ جاسوس کے قدم پھر اندھیرے کی طرف بڑھے

(۱۷)

پادری کے بال برف کے گالوں کی طرح سفید تھے، کمر قدرے جھکی ہوئی جسم مختصر جیسے وقت سے سکڑ گیا ہے، اور آنکھوں میں چھائی ہوئی دھند اس کی عمر کا اعلان کر رہی تھی ـــــ بوڑھے بوڑھے پادری اس کے بارے میں کہا کرتے کہ جب ہم جوان تھے تو بھی یہ بوڑھا تھا ـــــ اس کی نیکی اور دانائی کی دھوم تھی۔ ہر کوئی اس کی عزت کرتا۔ جب وہ کسی کی سفارش کرتا تو حاکموں کو بھی اس کی بات ماننا ہی پڑتی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ذاتی اغراض و مقاصد سے بہت بلند ہے نیک ہے، دانا ہے، 'خدا کا بندہ ہے'۔ حق کی حمائت کرتا ہے..... اور قانون کا احترام کرتا ہے..... وہ رحم دل تھا اور لوگوں میں اس کی روحانیت کے کئی قصے مشہور تھے ـــــ وہ پہنچا ہوا تھا، لیکن اسے انسانیت سے محبت تھی...

.....اس نے ایگنس کی آنکھوں میں اضطراب کی جھلک دیکھی۔ ان حسین آنکھوں کی سیاہیوں میں اسے ٹریجیڈی کے سائے معلق نظر آئے

"میں تمہارا انتظار کر رہا تھا بیٹی"۔

ایگنس اس غیر متوقع 'انتظار' سے بوکھلا گئی

"شاید آپ کو مغالطہ ہو رہا ہے..... شاید آپ کسی اور کا انتظار کر رہے تھے میں تو ——"

"نہیں نہیں نہیں !!!" بزرگ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "تم جوانی کو پوچھنے آئی ہو نا؟"

ایگنس کے سینے میں جیسے مسرت کے سوتے بہہ نکلے۔ یاس کا اندھیرا امید کی کرن سے جگمگا اٹھا۔ پادری کی آواز سرگوشیوں میں ڈوب گئی۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور آؤ گی..... کئی لوگ آئیں گے جوانی کو پوچھنے لیکن ان میں سے اس پر ایک کا حق سب سے زیادہ ہوگا —— لیکن تم یہاں سردی میں کیوں کھڑی ہو بیٹا۔ اوپر آؤ نا۔ ایک اور آدمی بھی وہاں موجود ہے —— اس کا پالتو پرندہ بیمار ہے"۔

آتشدان میں لکڑیاں چٹخ رہی تھیں۔ اور اوپر دیوار پر روغنی رنگوں کی ایک تصویر سے "انجیل کے چہرے' جھانک رہے تھے۔

"شیل! —— اور ایگنس" پادری نے اپنے دونوں مہمانوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا

شیل کے چہرے سے اس کی عمر کا اندازہ مشکل تھا۔ وہ ایک چمکیلے پنجرے کو سینے

سے لگائے بیٹھا تھا۔ پنجرے میں ایک پرندہ اپنے آقا کی طرح دبکا پڑا تھا۔

پادری اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کی فضا، جس کا مادی دنیا سے کوئی تعلق نہیں تھا، پادری کی واپسی سے پھر آپے میں آگئی ہے۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ بیٹی" پادری نے ایگنس سے کہا۔ اور شیل سے مخاطب ہوتے ہوئے "ہاں بھئی اب سُنیں کہ ہمارے پرندے کو کیا تکلیف ہے؟"

شیل کا سر بڑا تھا لیکن بال ہلکے اور کالے۔ اس کا چہرہ اپنے اختصار کی وجہ سے بہت نمایاں تھا۔ اور اس کی آنکھیں، جن میں کوئی خرابی تھی اسے اور بھی نمایاں کر رہی تھیں۔ وہ اُبھری ہوئی تھیں۔ بات کرتے وقت اس کی گردن ایک عجیب مضحکہ خیز انداز میں آگے کو بڑھتی جس سے اس کی نرم آواز میں ایک قسم کی تندی پیدا ہو جاتی اور اس کے الفاظ میں وہ وزن پیدا ہو جاتا جو ان میں نہیں تھا۔ ان خصوصیات کے علاوہ اس کا مختصر وجود ہی اس کی خصوصیت تھی۔ اس کا جسم، اس کی روح..... ہر چیز اس کے کردار کے احاطے میں بند تھی۔ کیڑوں مکوڑوں کی طرح وہ ہر اس مخلوق کا نمائندہ تھا جو بظاہر حقیر لیکن خطرناک ہوتی ہے۔ اور جنگل کے شیر، چیتوں اور اژدہوں اور شہر اور دیہات کی شخصیتوں کی طرح جن میں زندگی اپنی شخصیت کے اظہار کی خواہش سے بے چین رہتی ہے۔ وفعتاً اس کی گردن ہلی اور ہونٹوں سے رسانس کی آواز آئی

"بڑا نایاب جنور ہے" اس نے پنجرے کے اندر پانی کی کٹوری کے پاس سمٹے ہوئے پرندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "نایاب ـــ سنتی ہو مس"

"ہزاروں دیکھنے میں آتے ہیں" ایگنس نے جواب دیا۔

"کوئی شک نہیں۔اس بات کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ہزاروں، بلکہ لاکھوں ..... مگر اس کے باوجود بھی یہ نایاب ہے، میں کہتا ہوں جس طرح آدمیوں میں آدمی ـــــ اچھے اور بُرے ـــــ کم یاب اور نایاب ـــــ مرد اور عورتیں۔اسی طرح پرندوں میں یہ.....!"

ایگنس کی نگاہیں شیل کی آنکھوں پر ٹھہر گئیں۔شاید وہ بھی اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔اس کی گردن ہلی

"ہاں مس صاحبہ۔جس طرح ایک بادشاہ، بہادر، سردار، منچلا..... جس طرح ـــــ" اس کی نگاہیں جیسے کچھ پوچھنے کے لئے پادری کی طرف اٹھیں۔لیکن پادری اور ہی دنیا میں گم تھا۔شیل نے سلسلہ کلام جاری رکھا

"کیا نام اس کا؟" ایگنس نے شیل سے پوچھا

لیکن یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے شیل کو کچھ یاد نہیں آ رہا یا نہیں بتانا چاہتا۔ مگر یہ کیفیت گزر گئی

"جس طرح ٹوبر، لیوکی اور میرا ساتھی جوفی"

ایک منٹ کے لئے کمرے پر مکمل خاموشی چھا گئی۔ایگنس کی نگاہیں پہلے آتشدان کی طرف بڑھیں، پھر بوڑھے پادری کی جانب۔پادری کے چہرے پر اطمینان برس رہا تھا۔اس نے شیل کی طرف دیکھا۔شیل کی نگاہیں پنجرے میں گھس گئیں

"سوہیں کہہ رہا تھا مس کہ جوفی تیز مزاج ہے۔وہ۔وہ، میرا مطلب ہے۔ سوسائٹی کے لئے، پرندوں کی سوسائٹی کے لئے ایک قسم کا خطرہ بن جاتا ہے۔بعض بعض وقت ـــــ ٹوبر اور لیوکی مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ اس کے پنجرے کا دروازہ

نہیں کھولنا چاہئے۔ کیونکہ، کیونکہ میرے کمرے میں اور بھی پرندے ہیں۔ دو ایک مرتبہ جب پنجرے کا دروازہ کھلا ہے تو اس نے شرارت کی ہے۔ اِن کے اور اُن کے درمیان خون بہا ہے..... لیکن اس پر بھی اسے بُرا نہیں کہا جا سکتا۔"

"اور یہ کوئی قابلِ فخر بات بھی تو نہیں۔" پادری نے کہا

"نہیں، بات دراصل یہ ہے۔" شیلؔ نے اپنا سر ہلایا۔ "ہاں اور یہی ہے۔ اس کی قوم، میرا مطلب ہے جوؔنی کی برادری، اقلیت میں ہے، دوسرے پرندوں کے مقابلے میں۔ جس کی وجہ سے ——"

"ہوں!" پادری نے اس کی تائید کی۔ "اور جب اکثریت اسے تنگ کرتی ہے اور اپنے گیت گاتی ہے تو اسے غصہ آجاتا ہے۔ یہی نا؟"

"بالکل!" شیلؔ نے جواب دیا۔

"دیکھا تم نے" پادری ایگنسؔ کی طرف متوجہ ہوا۔ "یہ پرندہ اچھا خاصا انسان ہے!"

"انسان!" شیلؔ نے پرندے کی طرف اشارہ کیا۔ "جب دوسرے پرندے اپنے راگ الاپتے ہیں تو یہ پنجرے کے اندر بے چین ہو جاتا ہے۔ تڑپنے لگتا ہے جیسے سلاخیں توڑ دے گا۔ اور پھر اس کے گلے سے عجیب باغیانہ نغمے ابلتے ہیں یہ شور مچاتا ہے۔ اسی لئے ہم اسے بند رکھتے ہیں۔"

وہ ہانپ رہا تھا جیسے اس کی کہانی کا ایک باب ختم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ سستانا چاہتا ہے۔

"لیکن اس میں عیب ہی کیا ہے۔ تم اسے بند کیوں رکھتے ہو؟" ایگنسؔ نے پوچھا

"اس لئے کہ یہ جیل ہے..... میرا مطلب ہے پنجرے سے بھاگ جاتا ہے۔"
شیلؔ نے جواب دیا۔

"تو کیا؟" پادری نے پوچھا

"قتل!" شیلؔ کے دانت چمکے

ایگنسؔ کی پلکیں پھڑپھڑائیں۔ اس نے ملتجیانہ رحم طلب نگاہوں سے پادری کی طرف دیکھا۔ پادری کے کان شیلؔ کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔

"اور پھر وہ دوسرے پنجروں کی طرف بڑھتا۔ بڑے بڑے پنجروں کی جانب۔ اور دائیں بائیں۔ ادھر ادھر ہر جگہ دانہ ڈالتا ہے اور دوسرے پرندوں سے لڑتا ہے۔ اور لڑائی میں ایک کو مار ڈالتا ہے اور خود زخمی ہو جاتا ہے۔"

ایگنسؔ کے ہونٹوں سے ایک بے ساختہ آہ بلند ہوئی، لیکن شیلؔ اپنی کہہ رہا تھا اور پادری ہمہ تن گوش تھا

"ہاں اور زخمی ہو جاتا ہے —— بائیں بازو پر خون جما ہوا ہے۔" شیلؔ نے پرندے کے پنجرے کو پادری کی آنکھوں کے قریب لے جاتے ہوئے کہا "زخمی ہے۔ پر کے اوپر۔ بائیں بازو پر خون نظر آ رہا ہے۔"

"پگلا ہے پگلا۔" پادری نے پرندے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ زخم اسے مرنے والے نے دیا تھا۔"

"لیکن تم نے اسے دوبارہ کیسے پکڑ لیا؟" پادری نے پوچھا "میرا مطلب ہے جب یہ پنجرے سے نکل گیا تھا تو تم نے اسے دوبارہ ——"

"کیسے پکڑ لیا؟" شیلؔ نے پادری کی بات کاٹی "بس پوچھو نہیں، اچھا خاصا فساد

ہوگیا تھا سمجھو۔ میں اور لیو کی دوڑے۔ لیکن دو گھنٹے تک جونی کا نام نہ نشان ہم اسے ڈھونڈ رہے تھے مگر اس کی آہٹ تک نہیں سنائی دیتی تھی.....
اور ہم کبھی مکان کے ایک کونے میں کبھی دوسرے میں، کبھی تیسرے میں۔ کبھی چھت کے اوپر۔ کبھی ادھر کبھی ادھر.....

"اور یہ کب کی بات ہے؟" پادری نے پوچھا

"یہ۔ یہ۔ بس سمجھ لو ——— ہاں" شیل نے ایگنس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا "ہاں۔ یہ آج شام کے چار بجے کا واقعہ ہے۔"

"چار بجے" پادری نے اپنے آپ سے کہا

"شیل پنجرے کے پنچھی کو بہلانے کے لئے سیٹی بجانے لگا۔ لیکن پرندہ دبکا پڑا تھا۔

"ہاں! اور تم اسے واپس کیسے لائے؟" پادری نے پوچھا

"ہم نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر یہ پنجرے کے پاس پڑا ہوا تھا۔ تھکا ہوا زخمی، نڈھال۔ جیسے چند ہی گھڑیوں کا مہمان ہے۔"

"ہوں۔ اپنے گھر کے قریب سرک آیا تھا۔"

"زخمی۔ نڈھال۔"

"اور تمہارے خیال میں اب اس کی طبیعت کیسی ہے؟" پادری نے پوچھا

"میں ——— کچھ کہہ نہیں سکتا..... البتہ یہ کونہ اس کے لئے موزوں جگہ نہیں....."

"شاید یہ اب اس دنیا..... زیادہ دیر ———"

Taj Tahir Foundation

"یہ تو میں نہیں کہوں گا" شیل نے کہا "اس کی ہمت اور طاقت کا جواب نہیں۔ بلکہ جلتا نہیں تو کیا"

"لیکن زخم شدید ہے شاید" پادری نے کہا "اور ایسے میں غالباً یہ زیادہ مناسب ہو کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے"

"بالکل نہیں" شیل چیخ اٹھا "اب میں اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا"

پادری نے ایگنس کی طرف دیکھا۔ مسکرایا اور پھر شیل کو تکنے لگا

"یہ۔ یہ دنیا بڑی ظالم ہے۔ ظالم۔ بے رحم۔ جس میں غریب کو کوئی نہیں پوچھتا" شیل کراہ رہا تھا۔ اس کا لہجہ رازدارانہ ہو گیا "میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے، قرض چکانے کے لئے، کھولی کا کرایہ دینے کے لئے چاندی کی ضرورت ہے۔ اور میں جھوٹ کیوں بولوں اس پرندہ کے عوض مجھے چاندی مل سکتی ہے۔ اس بے رحم دنیا میں۔۔۔"

"ٹھیک کہتے ہو عزیز من ٹھیک کہتے ہو" پادری نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "یہ دنیا واقعی بڑی بے رحم ہے۔ سنگ دل، سفاک، ظالم اور اس میں ——"

"خونخوار" شیل نے پادری کی بات کاٹی "عبادت، پرہیزگاری اور خدا پرستی کے باوجود بھی یہ دنیا بڑی خونخوار ہے۔ اس کے طور طریقے نرالے ہیں۔ اور آدمی اگر ایک بار چوک جائے تو کہیں کا نہیں رہتا۔ ایک موقع ہاتھ سے جاتا رہے تو دوبارہ نہیں ملتا۔ مجھے بھی زندہ رہنا ہے۔۔۔۔۔"

"بے چارہ!" پادری کے ہاتھ اضطراب سے کانپ رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ شیل یا جوفی کی حالت پر افسوس نہیں کر رہا تھا۔ صرف اُن کے لئے اس کے دل میں

رحم اور ہمدردی کے جذبات نہیں جاگ رہے تھے۔ بلکہ اسے اپنے آپ پر رحم آرہا تھا۔ ساری انسانیت پر رحم آرہا تھا۔ ایک پناہ گزیں کو فروخت کرنے کی کوشش میں مصروف شیل کی حدود سے نکل کر اس کے خیالات ان تمام مردوں اور عورتوں کو اپنی آغوش میں لے رہے تھے جو خود غرضی کے سودے کر رہے تھے۔ دغا، فریب، ریاکاری، مکاری، غداری اور انتقام کے بیوپار میں مصروف تھے.....

"وہ کہاں ہے؟" یہ ایگنس کی آواز تھی۔ پادری چونک پڑا۔ ایگنس شیل سے مخاطب تھی۔ "تم اسے کیا کرو گے؟ وہ کہاں ہے؟"

"میں اسے نکڑ سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

"اور اس کے بعد؟"

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں آئے گا مس۔ مگر میں سچ کہہ رہا ہوں کہ کئی لوگ مجھے اس کا معاوضہ دینے کو تیار ہوں گے۔"

"لیکن وہ اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

"اُف۔ ذرا چھری تلے دم تو لو۔" شیل نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔ جیسے ایگنس کی بات سے اس کی توہین ہو گئی ہو۔ "میں ان کی بات نہیں کر رہا۔ دشمنوں کی بات نہیں کر رہا۔ سو، اس کے دوست بھی تو اسے چاہتے ہیں۔ شاید وہی اسے خرید لیں۔ مثلاً فادر ٹوم۔"

پادری چونک پڑا

"بالکل! قطعی قطعی!! اچھا خیال ہے....."

"اسے فروخت کرنا!" ایگنس نے کہا۔ "مگر وہ ہے کہاں؟"

Taj Tahir Foundation

"ذرا صبر کرو بیٹی ـــــ یہ بے قصور ہے۔ یہ تو اپنا اپنا راستہ ہے ـــــ"

"لیکن یہ اس کا پتا کیوں نہیں بتا رہا؟"

"میں نے بتایا تو ہے۔" شیل کسی پلے کی طرح کراہا۔ "وہ نکڑ میں ہے۔ کونے میں پڑا ہے۔"

"ہمیں تم پہ اعتبار ہے۔" پادری نے کہا۔ "لیکن معاوضہ؟ قیمت؟ دام؟"

شیل نے جیسے فضا میں کچھ سونگھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی توہین ہو گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ دو ہزار تک تو مجھے مل ہی سکتے ہیں۔"

"نادان آدمی!" پادری نے نہایت شفقت سے کہا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہیں اس سے راحت مل جائے گی۔"

"میں تو ایسے ہی بات کر رہا ہوں۔" شیل نے جیسے شرمندہ ہو کر جواب دیا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر میں چاہوں تو مجھے کم از کم اتنی رقم ضرور مل سکتی ہے۔"

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔" پادری نے کہا۔ "سنو عزیز من یہ رقم تو تمہارے سینے کا بوجھ بن جائے گی۔"

"میں جانتا ہوں۔" شیل کا ہاتھ جیسے غصے سے بلند ہوا۔ "یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ لیکن ....."

ایگنس اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اور شیل کو محسوس ہوا کہ اس کی موجودگی اس کے ارادے کو اس کی روح کو کچل رہی ہے ـــ شیل کے اندر جو شعلہ لپکا تھا، بجھ گیا سرد پڑ گیا۔ وہ خوف سے سہم گیا۔

Taj Tahir Foundation

"وہ کہاں ہے ؟" ایگنس نے پوچھا

"میں اسے ابھی ..... میرا مطلب ہے کہ لاتا ہوں - وہ - وہ وہیں ہے کونے میں ——"

"کہاں ؟" ایگنس کی آواز کوندے کی طرح لپکی - پادری دونوں کے درمیان آگیا

"وہ ضرور کہیں شہر ہی میں ہے" پادری نے ایگنس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "شیل نے اسے دیکھا ہے، اور یہ اسے لے آئے گا —— جاؤ شیل اسے لے کر آؤ"

شیل پھرتی سے اٹھا

"بالکل بالکل - یہی تو میں کہنے کو تھا کہ میں اسے لا رہا ہوں ..... مگر ایک بات کہوں —— اسے لانا ہے مشکل - یعنی کہ آسان نہیں"

"تاہم - تم، کوشش کروگے" پادری نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دروازے کی طرف اکساتے ہوئے کہا

لیکن شیل کی نگاہیں انعام کا مطالبہ کر رہی تھیں - مکان کا کرایہ ..... قرضہ ..... دو وقت کی روٹی .....

"تم اسے لاؤ تو سہی - ہم بھی تمہارے لئے جو کچھ ممکن ہوگا ضرور کریں گے —— مجھ پر اعتبار کرو ..... اب جاؤ"

Taj Tamir Foundation

(۱۸)

شیل چلا گیا۔ پادری نے دروازہ بند کر دیا اور آگ کے قریب بیٹھ گیا۔

"بے چارہ! ——— غریب! ——— اسے بھی جیسے تیسے زندگی بتانی ہے.... گذارہ کرنا ہے..... شہر کی گلیوں کا ایک پتھر ایک ذرہ.....!"

پادری خاموش ہو گیا ——— اس کی آنکھیں ایگنس پر گڑی ہوئی تھیں۔ ایگنس منتظر تھی، لیکن ایگنس کے خاموش سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے پادری ہر چیز سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اسے جونی کے واقعے سے کوئی سروکار نہیں ——— ایگنس کو یوں محسوس ہوا جیسے پادری کی روحانیت ختم ہو چکی ہے۔ اور اس کی کرامت کی باتیں، روحانیت کے کرشمے سب من گھڑت افسانے تھے.....

"تو اب....." آخر کار پادری نے مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا "اب....."

"جونی کو ڈھونڈا جائے۔" ایگنس نے کہا

"ہوں..... مجھے معلوم تھا کہ اس مقصد کے لئے کوئی نہ کوئی میرے پاس ضرور آئے گا۔ شیل یا پولیس یا جونی کا کوئی دوست ——— کوئی نہ کوئی۔ ایک نہ ایک ضرور میرے پاس آئے گا۔ اور میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ اس پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے۔"

"میں جو آئی ہوں۔" ایگنس نے کہا

"وہ ایک خوفناک جرم کا ارتکاب کر چکا ہے۔"

"تو کیا اسے مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے....."

"اس نے ایک ایسا گناہ کیا ہے، خدا کے ایک ایسے اصول کو توڑا ہے جس کی سزا پر انسان بھی متفق ہیں۔ قانون بھی اسے مجرم گردانتا ہے۔ اس کی روح داغدار ہو چکی ہے۔"

"یہ تو درست ہے" انگنس نے کہا

"اس لئے قانون کا حق سب سے افضل ہے۔ سب سے پہلے وہ قانون کی ملکیت ہے۔ اُسے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا ہے۔ جرم کی سزا بھگتنا ہے۔"

"لیکن یہ عفو و درگذر، رحم اور ہمدردی کے خلاف ہے!"

"مگر ناگزیر"

"اس کے اعمال برائی بھلائی کا فیصلہ خدا کرے گا" انگنس نے التجا کی

"اپنے اعمال کا محاسبہ ہمیں خود کرنا چاہیئے۔ ہمیں خود اپنے اندر نیکی اور بدی کو پرکھنا چاہیئے ——— آخر تم اسے کیوں چاہتی ہو؟ اس لئے تاکہ تندرست ہونے کے بعد وہ پھر پارٹی کی رہنمائی کرے؟"

انگنس کے لب کچھ کہنے کو کھلے لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے خیالات کو الفاظ کا پیراہن پہنا سکتی پادری کی آواز پھر سنائی دی

"تم بھی پارٹی کی ایک رکن ہو۔ تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم بھی اسی خواب میں مبتلا ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو ان دریاؤں، پہاڑوں اور وادیوں کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور ان میں باقی دنیا سے الگ، ایک نئی اور نرالی دنیا تعمیر کرنا چاہتے ہیں ایک نیا ملک ایک نیا جہاں۔ اس سے زیادہ کم فہمی اور جہالت اور کیا ہو سکتی ہے! خالق نے یہ کائنات، یہ دنیا ساری انسانیت کے لئے بنائی ہے، اولادِ آدم کے لئے بنائی

ہے، تم جیسے چند دیوانوں کے لئے نہیں کہ اس کے حصے بخرے کرتے پھریں اور کسی پہاڑ کے دامن میں، دریا کے کنارے یا کسی چٹان کی اوٹ میں بیٹھے اپنے خواب کی تعبیر دیکھیں۔ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی زندگی تلخی کا باعث بن رہی ہے۔ تمہارا طرزِ عمل نفاق کا نتیجہ ہے۔"

وہ چپ ہو گیا اور آتشدان میں آگ کے شعلوں پر نظریں گاڑے اُن مردوں اور عورتوں کی کم عقلی پر غور کرنے لگا جو ظہورِ کائنات اور تخلیقِ آدم سے لے کر اب تک بے راہروی میں مبتلا تھے..... اور اُس کا خواب آلود معمر کہر بار تصور اُسے پھر روحانی مسائل کی دنیا میں لے گیا جن پر انسان ہزاروں سال سے سر دھن رہا ہے۔ خدا اور کائنات اور آدمی کی تخلیق کا راز کیا ہے..... دفعتاً اُسے محسوس ہوا کہ ایگنس اس سے کچھ کہہ رہی ہے۔ وہ اپنے خیالات کی دھندلی دنیا سے نکل آیا۔

"ہاں بیٹی۔ اب کہو کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔ کیا تمہاری خواہش ہے کہ میں اس لئے اسے ڈھونڈنے میں تمہاری مدد کروں، تاکہ تندرست ہونے پر وہ پھر قانون کی خلاف ورزی شروع کر دے۔ مار دھاڑ کرے، پولیس کا مقابلہ کرے اور ان لوگوں کی زندگی اجیرن کر دے جو حکومت سے وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ تم یہی چاہتی ہو نا؟"

"نہیں۔" ایگنس نے جواب دیا۔ "میں اسے ان تمام ہنگاموں سے دور لے جانا چاہتی ہوں..... اس کے تمام ساتھیوں سے دور....."

"لیکن وہ قانون کا مجرم ہے۔ وہ قتل کر چکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

Taj Tahir Foundation

"اور اس کے لئے اسے بہت سا سفر اختیار کرنا پڑے گا....."

"میرے ساتھ۔ میں اس کا ساتھ دوں گی۔"

پادری اُسے متحیر نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنی سماعت پر اعتبار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی؟" اُس نے پوچھا

"میں اس کے سفر میں اس کا ساتھ دینا چاہتی ہوں۔ میں اسے اس کے ساتھیوں سے دور لے جانا چاہتی ہوں۔ ہر چیز سے دور۔" ایگنس نے جواب دیا

"لیکن کیوں۔ کس لئے؟" پادری نے پوچھا

"میں اُسے چاہتی ہوں۔ مجھے اس سے محبت ہے۔" ایگنس نے کہا

"محبت!" پادری دل ہی دل میں ہڑبڑایا۔ اور اس نے دیکھا کہ ایگنس کی آنکھوں میں ان بجھے ارمان مچل رہے ہیں۔ بخود گھائل پڑا ہے اور درد کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ اور وہ سوچنے لگا کہ دنیا میں ایک ایسی عورت بھی موجود ہے جو محبت کو باعثِ شرم نہیں سمجھتی ایک ایسی عورت جو ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔ ایک ایسی عورت جو محبت میں جسمانی اور مادی بندھنوں کے خلاف ہے اور کسی دوسری دنیا میں اپنی آرزو کی تکمیل چاہتی ہے زندگی سے ماورا بھی اپنے محبوب کی طالب ہے!

"مجھے اپنی محبت کے بارے میں بتاؤ۔" پادری نے ایگنس سے کہا

لیکن وہ خاموش رہی، کچھ نہ بولی

"حسد؛ اس نے تمہاری دنیا کو تہ و بالا کر دیا، تمہاری خود اعتمادی کو ختم کر دیا؛ اس کے کارنامے تمہاری شخصیت پر چھا گئے۔ اس کی مکمل زندگی کے مقابلے میں تمہیں

اپنی زندگی نامکمل نظر آنے لگی ؟"

ایگنس نے سر ہلایا کہ 'ہاں'۔ وہ حیران تھی کہ وہ اس کے راز سے کیسے واقف ہے۔

"اس کے آنے سے پہلے میری زندگی ہنسی خوشی گزرتی تھی۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اس سے پہلے تمہاری شخصیت مکمل تھی۔ تا آنکہ اس نے تمہاری زندگی میں اپنے کارناموں اور عملاً جیتوں سے چکاچوند پیدا کر دی، اور تمہیں اپنی کمزوریوں کا احساس ہونے لگا۔"

ایگنس نے اثبات میں سر ہلایا

"اور پھر تم رشک کرنے لگیں ؟"

"درست !"

"مگر اس سے پہلے ؟"

"میں اس کے خواب دیکھتی تھی کہ وہ بہادر ہے، حسین ہے۔"

"اور کیا وہ تمہارے خوابوں کے معیار پر پورا اترا ؟"

"اس کی بہادری اور جرأت میں کسے شبہ ہو سکتا ہے!"

"اور تم میں نہ جرأت تھی نہ ہمت۔"

"تھی تو، مگر مواقع نہیں تھے۔"

"چنانچہ تم جوانی سے حسد کرنے لگیں ؟"

"ہوں !"

"اور تم نے یہ نہ سوچا کہ تم میں بھی کئی ایسی خوبیاں ہیں جو اس میں نہیں! تمہارا حسن، تمہاری روح۔"

Taj Tahir Foundation

"لیکن اسے ان کا کبھی احساس نہ ہو سکا۔"

"حالانکہ تم اس کی خوبیوں کی قائل تھیں؟"

"ممکن ہے کہ کسی معمولی سی بات سے میری محبت نفرت میں بدل جاتی۔"

"مطلب یہ ہے کہ تمہاری محبت....."

"مایوسی، حسد اور خوف کا دوسرا نام ہے۔"

پادری نے دیکھا کہ ایگنس کی آنکھوں میں شرمندگی کے آثار جھلک رہے ہیں۔

پادری نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا ——

"گھبراؤ نہیں بیٹی۔ میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ اب میں تم سے فقط ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں —— کیا ان احساسات کے علاوہ تمہاری محبت میں کسی اور چیز کو بھی دخل ہے؟ مایوسی، حسد اور خوف کے علاوہ تمہارے دل میں کوئی اور جذبہ بھی موجود ہے؟"

"رحم اور ہمدردی۔" ایگنس نے جواب دیا

"کیا جوانی کو بھی تم سے محبت ہے یا تھی؟"

"اس نے صرف اپنی جماعت کو اپنے نصب العین کو چاہا ہے..... لیکن میں جانتی تھی کہ وہ میرے باپ کے مکان میں جہاں وہ روپوش تھا، ایک طرح کا قیدی تھا۔ میرا قیدی۔ جہاں مجھے اس کا قرب حاصل تھا۔ میں اسے دل ہی دل میں اپنی محبت کا اسیر سمجھتی تھی —— مگر ساتھ ہی جب کبھی مجھے یہ خیال آتا کہ وہ اس مکان سے باہر چلا جائے گا تو مجھے خوف محسوس ہوتا کہ اب وہ گرفتار ہو جائے گا۔ ..... جیسے آج رات اگر وہ گرفتار ہو گیا تو..... پہلے وہ اس کا علاج کریں گے

اس کی تندرستی بحال کریں گے۔ اور پھر..... اس پر مقدمہ چلائیں گے اور پھانسی دیدیں گے۔"

"آخر ایک دن تو..... اسے مرنا ہی ہے...." بوڑھے پادری نے کہا

"لیکن اگر وہ گرفتار ہوگیا۔" ایگنس چیخ پڑی "اور اس کے مقدمے کے دوران میں اور سزا کے بعد میں زندہ رہی..... یہ ناممکن ہے، یہ نہیں ہو سکتا، میں یہ نہیں ہونے دوں گی..... وہ میرا ہے، میں اس کا ساتھ دوں گی، ساتھ جیوں گی، ساتھ مروں گی....."

پادری چونک پڑا۔

"لیکن قانون کا حق؟"

"میرا حق قانون سے زیادہ ہے۔ میرا گھاؤ سماج کے گھاؤ سے زیادہ گہرا ہے... .... مجھے اس سے محبت ہے..... میں اس کا ساتھ دوں گی۔"

اور پادری سوچنے لگا کہ اس کا ایمان کس قدر مستحکم ہے۔ دنیا کے بندھنوں سے ادھر، زندگی کے اس پار وہ اسے چاہ رہی ہے..... اور وہ ایک بار پھر روحانی مسائل کی گتھیاں سلجھانے لگا..... اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ دفعتاً دروازے پر زور کی دستک ہوئی

"قانون اپنا حق طلب کر رہا ہے۔" پادری نے کہا "سماج جوانی کا جسم مانگ رہا ہے۔"

وہ اٹھا اور ایگنس کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا..... بڑے کمرے سے ملحق پادری کا مطالعہ کا کمرہ تھا۔ صاف ستھرا لیکن سرد۔ بوڑھے پادری نے ہیٹر کا بٹن دبایا۔ ایگنس بیٹھ گئی۔ پادری دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔

Taj Tahir Foundation

"پولیس انسپکٹر....." دروازے کے اس پار سے ملازم کی آواز سنائی دی

"آنے دو....." پادری نے جواب دیا

(۱۹)

انسپکٹر بھاری بدن کا آدمی تھا ـــــ چھوٹے چھوٹے سیاہ بال جیسے تازہ حجامت ہوئی ہے۔ اس کا چہرہ روزانہ اُسترے سے کھرچنے کی گواہی دے رہا تھا۔ اس کے خدوخال کو دیکھ کر یہ خیال آتا کہ اس نے اپنے اصلی چہرے کے اوپر حکومت اور اختیار کا 'چہرہ' پہن رکھا ہے اور یہ دوسرا چہرہ اصل چہرے سے یک جان ہو گیا ہے۔

"میں جانتا ہوں تم کس لئے آئے ہو" پادری نے اس کے سروپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"معاملہ نہائت اہم ہے....." انسپکٹر نے کہا

"لیکن تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"اس لئے کہ وہ عورت بھی یہیں آئی تھی۔"

"لیکن اس نے تو کچھ نہیں کیا۔ وہ تو بے قصور ہے۔"

"جیل سے فرار ہونے کے بعد جوتی اس کے یہاں روپوش ہوا تھا۔ آج رات اسی کے یہاں جوتی کی جماعت کے افسروں کا اجلاس بھی ہو چکا ہے..... وہ عورت خطرناک ہے۔"

پادری مسکرایا۔

Taj Tahir Foundation

"ہم سب خطرناک ہیں انسپکٹر۔ سب کے سب۔ آدمی کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ ذرا سوچنے کی بات ہے۔"

"ہمارے پاس ثبوت تو ہیچ ہیں۔"

"میں اس کی آپ بیتی سن چکا ہوں۔ اس سے باتیں کر چکا ہوں۔ اسے جان چکا ہوں۔"

"اس نے چونی کو ہم سے بچانے کے لئے آپ کی مدد مانگی ہوگی؟"

"وہ نیک دل ہے۔"

"واقعات کچھ اور کہتے ہیں۔"

"مثلاً۔"

"میں عرض کر چکا ہوں کہ وہ، میرا مطلب ہے چونی اس کے یہاں روپوش ہوا تھا۔ وہ ان کی سازشوں میں برابر کی شریک ہے۔ اور وہ چونی کو بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"ٹھیک!"

"چونی ایک خوفناک جرم کا مرتکب ہو چکا ہے۔ اسے بچانا بھی جرم ہے.... آپ معاملے کی اہمیت پر غور کیجئے۔"

"لیکن وہ اس کے باوجود ایک نیک اور اچھی عورت ہے۔"

"مگر واقعات ——"

"ایک سوال!" پادری نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

انسپکٹر متوجہ ہو گیا

"کیا آدمی صرف بُرا ہی ہوتا ہے یا اس میں کچھ اچھائی بھی ہو سکتی ہے، بدی کے دوش بدوش نیکی کا عنصر بھی موجود ہو سکتا ہے؟

"ممکن ہے ——— ہاں۔ ہو سکتا ہے۔"

"تو کیا ہمیں ان کی نیکی اور اچھائی کا اعتراف نہیں کرنا چاہئے۔ برائیوں کو بُرا کہتے وقت، بدی کی سزا دیتے وقت ہمیں نیکی کا انعام نہیں دینا چاہئے؟"

"لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ نیکی قریب قریب نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ آٹے میں نمک کے برابر....." انسپکٹر کی آواز بلند ہو گئی۔ اس کے لہجے میں غصہ ٹپک رہا تھا۔ "یہ مل والے معاملے کو لیجئے۔ شہر بھر میں ہنگامہ بپا ہے.... ذرا غور کیجئے، اور خدا لگتی کہئے کہ اس میں بدی، برائی اور بدمعاشی کے سوا اور بھی کچھ ہے...."

"یہ تضاد اس نیکی اور اچھائی کو اور بھی ابھارتا ہے۔ اور بھی اجاگر کرتا ہے۔" پادری نے اطمینان سے کہا۔ "اور میں تمہاری توجہ اسی جانب مبذول کرنا چاہتا ہوں میں تمہیں انسانی روح کا ایک نہایت ہی حسین پہلو دکھانا چاہتا ہوں۔ ہمہ تن حُسن...."

انسپکٹر کی آنکھیں سکڑ گئیں جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہے۔ اور پھر وہ یکایک چونکا

"ہوں! مجھے پہلے ہی شک تھا۔ اسے جوتی سے محبت ہے اور وہ اسے اس کے جرم کی پاداش سے بچانے کے لئے یہاں آئی ہے۔ وہ آپ کی مدد چاہتی ہے۔"

پادری نے سر ہلایا کہ ہاں تم درست کہہ رہے ہو

"اور آپ کے خیال میں وہ مدد کی مستحق ہے؟"

"ہوں!" پادری نے جواب دیا "اس محبت کو سمجھنے کی کوشش کرو عزیزِ من۔ ذرا دیکھو کہ ایک طرف قانون کی پوری طاقت اس کی تلاش میں ہے کہ اگر وہ

زخموں سے نڈھال ہو کر مر نہیں جاتا تو اسے گرفتار کر کے اس کے کئے کی سزا اُسے دی جائے۔ اور دوسری طرف ایک عورت ہے جو اس سے محبت کرتی ہے۔ لیکن اس کے جسم سے نہیں بلکہ روح سے ہم آہنگ ہونا چاہتی ہے..... اگر تم اس کے باوجود بھی اس معاملے کے حسن کو نہ پہچان سکو تو مجھے تمہارے عیسائی ہونے پر شک ہونے لگے گا۔"

انسپکٹر کے ہونٹ بھنچ گئے، اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس کی روح خدا اور خدا کے بندوں کی ذمہ داری ہے۔ مجھے تو صرف اپنے فرض سے سروکار ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ جوزف کہاں ہے؟"

پادری بھی اٹھا۔ دروازے کی طرف بڑھا۔ بتی بجھا دی

اس نے دریچے کے پردے جھٹک دیئے اور انسپکٹر کو کھڑکی کے قریب آنے کو کہا

"تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ وہ کہاں ہے —— آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

اس نے انسپکٹر کو بازو سے پکڑ کر دریچے کے اور قریب کھینچ لیا اور پھر ایک ہی جھٹکے سے پٹ کھول دیئے۔

ہوا کا بند ٹوٹ گیا، پردے لہرانے لگے، پادری کانپنے لگا، انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔

ہوا کی شائیں شائیں کے ساتھ ساتھ شہر کا شور لہریں بن کر اُبھر رہا تھا۔ لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لہریں اَن دیکھے ساحلوں تک رسائی کی سعی کر رہی ہیں —— شائد سعیِ لاحاصل

"وہاں!" پادری نے شہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہاں ہے جوتی شہر کے پتھروں کے درمیان۔ کسی گلی میں، رات کے سرد اندھیرے کی آغوش میں۔ کالے بادلوں کی چھت کے نیچے۔"

اس نے کھڑکی بند کر دی.....

"تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم جوتی کو نہیں ڈھونڈ سکے؟"

"اگر مجھے اس کا پتہ ہوتا تو میں یہاں کیوں آتا ـــــ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ ہمیں جُل دے گیا ہے۔" انسپکٹر نے اپنی بے چارگی کا اظہار کیا

پادری بیٹھ گیا اور اُس نے آہ بھرتے ہوئے کہا

"اگر تم اسے ڈھونڈ نکالتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ یہ طوفانی رات ایک زخمی مفرور کے لئے کسی طرح بھی سازگار نہیں ہو سکتی۔"

"تاہم اگر وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ کسی نے اسے روپوش کر دیا تو آفت آجائے گی۔ اُدھم ہنگامہ کر دیں گے....."

"مجھے معلوم ہے۔" پادری نے کہا "شہر کا شور، شہر سے آنے والی ہوا کا ہر جھونکا یہی کہہ رہا تھا کہ جوتی کو اس کے جرم کی سزا ملنی چاہیئے....."

"تو ایسے میں اگر آپ مجھے اس کا پتہ بتا سکیں ـــــ"

"میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا میرے دوست۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔"

"کیا آپ نے اس عورت کو بھی یہی جواب دیا تھا۔"

"نہیں۔"

Taj Tamir Foundation

"لیکن صاف ظاہر ہے کہ اگر اُسے آپ سے کسی قسم کی مدد کی امید نہ ہوتی تو وہ یہاں کیوں آتی۔"

"اگر لوگ مجھ سے کرامتیں منسوب کرنے لگیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔۔ وہ مجھ سے معجزوں کی توقع رکھتے ہیں۔"

"تو کیا آپ اس عورت کی مدد نہیں کر رہے۔ جونی کو ڈھونڈنے میں ——؟"

"ہم تم دونوں جونی کی جستجو میں ہیں۔ تمہیں اس کا جسم چاہیئے، مجھے اس کی روح۔"

"روح ہو یا جسم، بات تو وہی ہے۔ جہاں تک تلاش کا تعلق ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

انسپکٹر دروازے کی طرف بڑھا

"مجھے تم سے ایک درخواست کرنا ہے۔" پادری نے اسے روکتے ہوئے کہا

"میں سب سمجھتا ہوں۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ "آپ حسب معمول رحم، نیکی اور اسی قسم کی دوسری چیزیں بیچ میں لا کر مجرم کو بچانے کی سعی کریں گے۔ لیکن یہ جادو اب کے نہیں چلے گا۔ مجرم قتل کا مرتکب ہے۔ اور اس بارے میں قانون قطعاً کسی قسم کی مداخلت نہیں برداشت کرے گا ——"

"قانون میں قطعاً کوئی مداخلت نہیں ہوگی انسپکٹر۔"

"تو؟"

"فرض کرو کہ جونی آدھی رات گئے چوک یا کہیں چوک کے اڑوس پڑوس میں پہنچ جائے تو کیا وہ عورت بھی وہاں آسکتی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اگر اتفاق سے اس طرح ہو جائے تو تمہیں عورت کی موجودگی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

انسپکٹر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کوشش غیر متوقع طور پر بار آور ہو گئی ہے

"اگر آپ جونی کو وہاں پہنچانے کا وعدہ کر لیں تو ہمیں ایک چھوڑ پچاس عورتوں کی

موجودگی پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

"میں وعدہ نہیں کرتا۔" پادری نے کہا "لیکن مجھے امید ہے کہ اس وقت تک جونی کو چوک کے آس پاس پہنچ جانا چاہئے۔"

"تو اس کا امکان ہے، واقعی؟"

"میرا دل کہتا ہے۔"

"تو ہم اس کا انتظار کریں گے۔"

"عورت کو اس کے پاس جانے کی اجازت ہوگی۔"

"آدھی رات کے قریب....."

"شکریہ!"

پادری نے دروازہ بند کیا اور ایگنس کے کمرے کی طرف بڑھا۔

اس نے دیکھا کہ ایگنس سو رہی ہے اور اس کا چہرہ سکون اور اطمینان کا آئینہ دار ہے۔

.....اور وہ جسم کے لئے نیند کی اہمیت پر غور کرنے لگا۔ اور زندہ جسم کے اسرار کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ کون سی قوت ہے جو جسم کو زندگی بخشتی ہے۔ روح کیا ہے...؟؟؟؟

اس نے ایگنس کے کمرے کا دروازہ بند کیا اور دوسرے کمرے میں آگ پر نظریں گاڑے پھر اپنے سوالات کے جواب ڈھونڈنے لگا۔

Taj Tahir Foundation

جوؔنی

(۱)

ایئر ریڈ شیلٹر کے اندر جب جوؔنی کو ہوش آیا تو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے ـــــ دن ڈھل چکا تھا اور تاریکی تیزی سے بڑھ رہی تھی، اور ہر چیز پر ایک سرمئی سا غبار چھایا ہوا تھا۔ جوؔنی کو خیال آیا کہ وہ اسی جیل میں بیٹھا ہے جہاں سے چند ماہ پیشتر وہ فرار ہوا تھا۔ فضا میں اینٹوں اور سیمنٹ کی تیز بو بسی ہوئی تھی جس سے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عجیب و غریب خیالات نے اسے پھر اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس کے خیالات ایک نرالے خواب کے گرد اکٹھے ہو رہے تھے۔ ایک خواب جس کی ایک ایک تفصیل حقیقت کی سی شدت اور شوخی کے ساتھ اُبھر رہی تھی ـــــ مل میں دفتر کی بُو..... آوازوں کا شور..... کار کی رفتار..... مل کے منیجر کا چہرہ...

Taj Tahir Foundation

....خزانچی کا گرم اور روزنی جسم..... گولیوں کی آواز.....

"ہاں"۔ اسے یاد آیا" میں نے اسے خواب میں مار ڈالا تھا اور اس نے مجھے زخمی کر دیا۔ بائیں بازو کے اوپر۔ اور درد اس قدر شدید تھا کہ میں پیٹ، نولن اور مرفی کے ساتھ کار میں بھی نہیں بیٹھ سکا تھا"

وہ اس بیہودہ خواب کا مذاق اڑانا چاہتا تھا لیکن دفعتاً اسے ٹریفک کا شور سنائی دیا ــــ شیلٹر کے در و دیوار کانپ اٹھے، ٹھنڈے سنگین فرش سے شور کی لہریں اٹھنے لگیں

"جیل کے باہر کرملن سٹریٹ کا ٹریفک"۔ جوفی نے سوچا اور خواب کے سائے پھر اس کی آنکھوں کے آگے ابھرنے لگے۔ ایک گھناؤنے خواب کے واقعات جو بڑی تیزی سے ایک دوسرے میں گھل مل رہے تھے..... اور اسے ڈینس، مرفی، شان، نولن، پیٹ اور سیمس کے ساتھ وہ اجلاس یاد آیا جس میں بل پر حملے کا فیصلہ کیا گیا تھا..... پھر کار کا سفر جب وہ بل کی جانب جا رہے تھے، اور پھر اسے اس احمق کی یاد آئی جو مہم پر جاتے وقت خوف بن کر اس کی روح پہ مسلط ہو گیا تھا.....

اور جب وہ اپنے خواب کے اس منظر تک پہنچا جب خزانچی اس سے گتھم گتھا ہوا تھا اور ریوالور ٹکرا رہے تھے تو واقعات کے گھناؤنے پن کے علاوہ اسے پھر اپنی آغوش میں لے لیا تھا

"اف! کس قدر خوفناک خواب ہے"۔ اس نے اپنے آپ سے کہا اور اس نے ان خیالات سے نجات حاصل کرنا چاہی

"ایسا خواب میں نے آج تک نہیں دیکھا"۔ اور اس نے سیدھا بیٹھنے کی کوشش کی

Taj Tahir Foundation

"ٹریم کی آواز..... کیا وقت ہوگا؟..... دن ہے.... یا شاید شام ہے...."

اس نے خواب سے پہلے کے واقعات کو اپنے ذہن میں زندہ کرنا چاہا۔ خواب سے پہلے وہ کہاں تھا؟ کیا کر رہا تھا؟..... لیکن خواب ماضی اور حال کے درمیان کسی بھاری پردے کی طرح لٹک گیا۔ جو فی صرف حال کی یاد میں لپٹا پڑا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن یکایک بائیں بازو میں پھر درد اٹھا۔

"خواب میں بھی مجھے اسی طرح درد ہوا تھا۔" اور پھر نہ جانے شعور کے کس گوشے سے سلگتے جلتے آنسوؤں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ اس نے اس کی زد سے نکل جانا چاہا اور سوچنے لگا کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے۔

"آج مجھے کیا ہو رہا ہے؟" اس نے بلند آواز میں کہا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن درد نے پھر اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور اسے یوں لگا جیسے اب اس کے سانس ختم ہو جائیں گے۔

"اف یہ خواب..... یہ خواب..... شاید سونے سے دور ہو جائے..... سو جاؤں... پھر سو جاؤں....."

لیکن وہ خوفزدہ تھا، اسے نیند نہ آئی۔ بلکہ سونے کے بجائے اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی

"میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟" اور جیسے ان سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کے لئے اس کا ہاتھ زمین کی طرف بڑھا۔ ٹھنڈی زمین کا لمس اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور اس کے جسم میں درد کی ایک خوفناک لہر اٹھی۔ دایاں ہاتھ آپ سے آپ بازو کی طرف بڑھا

"اوورکوٹ!" وہ چونک پڑا اور سوچنے لگا "میں نے اوورکوٹ کیوں پہن رکھا ہے؟ میں کہاں ہوں؟ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

اور اسے یاد آ گیا..... سازش! مِل پر حملہ! فائر! خزانچی!.....

خواب کی دھند ہٹ گئی اور اسے یاد آ گیا کہ وہ زخمی ہے اور مفرور..... جان بچانے کی جستجو اسے کشاں کشاں لئے جا رہی ہے..... قاتل! مفرور! اکیلا!

وہ ہمت کر کے اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا شیلٹر کے دروازے کی طرف بڑھا..... سرد ہوا کا تھپیڑا!..... اُسے چکر آ گیا اور اس کا سر دیوار کے ساتھ ٹکرایا..... اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، لیکن چند لمحوں کے بعد ہاتھ پھر راستہ ٹٹولنے لگا۔ اب اس کے ذہن میں صرف ایک خیال تھا۔ صرف ایک دُھن کہ مفرور ہے۔ اسے اپنی جان بچانا ہے اور اس مکان تک پہنچنا ہے جہاں وہ جیل سے بھاگنے کے بعد روپوش ہوا تھا..... وہ شیلٹر سے باہر نکلا

کالی رات اور ہوا کا شور! اسے یوں لگا جیسے رات کی سیاہی اس کی بینائی میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔ اس کا ہاتھ بار بار آنکھوں کے آگے سے کچھ ہٹا رہا تھا۔ جیسے تاریکی کے پردے اس کے راستے میں معلق تھے، اور وہ انہیں ہاتھ کی جنبش سے ہٹا رہا تھا

اندھیرا ہٹ گیا اور اسے اپنے سامنے سڑک کی لکیر، مکانوں کے خاکے، دریچوں کے خلا نظر آئے..... دھندلے نقوش جن میں کہیں کہیں روشنی کی شعاعیں، عورتوں اور مردوں کی موجودگی کا پتہ دے رہی تھیں۔ جیتی دنیا کے آثار دیکھ کر جون کو معاً پیاس کا شدید احساس ہوا اور اس کے جی میں آئی

کہ کسی دروازے پر دستک دے، پانی مانگے، سستائے.... اور پھر.....

لیکن خوف نے پھر اسے اپنے سایوں میں سمیٹ لیا..... جوبنی کو محسوس ہوا جیسے اس کے اور دنیا کے درمیان ایک وسیع اور طوفانی خلیج حائل ہے۔ جسے عبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر قانون کے پہرے بیٹھے، اقدار کی تیغ کھڑی۔ لیکن روشنیاں؟ آبادی؟ ٹریفک کی آواز؟ ـــــ زندگی؟ ـــــ زندگی اس کے چاروں طرف سانس لے رہی تھی۔ لیکن اس کی روح بیدار نہ ہوئی۔ اُسے یوں لگا جیسے وہ چیز جو اُسے زندگی سے باندھے ہوئے تھے، وہ مقصد جو اس کی زیست کا باعث تھا۔ فوت ہو چکا ہے۔ اور اب وہ محض ایک زخمی قاتل ہے۔ جو پولیس سے بچنے کی خاطر بھاگ رہا ہے۔

"میرا کھیل ختم ہو چکا ہے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "میں... ختم..... ہو چکا ہوں....."

اس کے قدم بڑھے..... اور یہ دیکھ کر اسے کچھ سہارا سا ہوا کہ وہ پل کے علاقے کے بیرونی حصے میں ہے اور اپنی انتہائی تکلیف کے باوجود وہ ہر پل خطرے سے دور جا رہا ہے.....

اسے تنہائی اور آرام کی ضرورت تھی۔ وہ پولیس کی زد میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ مقابلہ کرنے کے نااہل ہے۔ اس لئے اُسے فوراً گرفتار کر لیا جائے گا۔ گرفتاری کے بعد ہسپتال جہاں اس کی تندرستی بحال کی جائے گی اور پھر قانون کے منہ میں ـــــ اس نے ان خیالات سے نجات حاصل کرنا چاہی لیکن وہ جانتا تھا کہ اب کھیل ختم ہو چکا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا مقصد پورا کر چکا ہے۔ اس نے

اپنے ذمّے ایک ایسا کام لیا تھا جس کا نتیجہ ظاہر تھا۔ جس خواب کے سہارے وہ سال ہا سال سے جی رہا تھا اب ختم ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے جذبات کا کہا مانا اور اب انجام سامنے تھا ——— وہ خوف اور درد سے کانپ اٹھا ———

قاتل! گھائل!.....

اور اس طوفانی رات میں وہ گرتا پڑتا، درد کو دباتا، راہگیروں کی نظریں بچاتا۔ در و دیوار کا سہارا لیتا لڑکھڑاتا گیا بڑھتا گیا..... ہر بار جب وہ کسی دروازے کے سامنے پہنچتا، کسی مکان کے سائے میں سمٹتا، کسی دیوار سے ٹیک لگاتا تو اس کے جی میں آتی کہ وہیں بیٹھ جائے۔ لیکن پولیس کا خوف، راہگیروں کا دھڑکا اور انجام کا تصور اسے پھر زندگی میں گھسیٹ لاتے جسے اس نے رد کر دیا تھا۔ جسے وہ مدتوں سے دھتکار چکا تھا..... اور وہ بڑھتا گیا

لیکن اس کے سامنے کوئی منزل نہ تھی، اُسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کیوں جا رہا ہے۔ اسے صرف دو چیزوں کی ضرورت تھی، پانی اور کوئی ایسا گوشہ جہاں شور نہ ہو، ہوا نہ ہو..... اس کے پاس سے کئی لوگ گزرے لیکن کوئی نہ پہچان سکا کہ یہ وہی جوَنی ہے، مل کے خزانچی کا قاتل، پولیس کا نشانہ۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ قاتل ہے، مفرور ہے، انقلاب پسند فوجی جماعت کا لیڈر ہے ——— جوَنی! اس وقت تو وہ ایک نوجوان تھا جو ننگے سر اپنے خیالات میں مگن، سایوں میں سستاتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ سوچ ختم ہوتی تو اس کے قدم پھر آگے کو اٹھتے، لڑکھڑاتے، خوفزدہ لیکن محتاط!.....

فوجی لاری کی آواز

جوَنی چونک پڑا ——— لاری کی روشنی اس کی آنکھوں سے ٹکرائی اور اس کے جسم میں درد بن کر اُتر گئی ——— وہ چوندھایا، ڈرا، سمٹا، اور لاری کی زد سے بال بال بچا۔ لیکن لاری کے پچھلے حصّے سے نکلی ہوئی کسی نکیلی چیز سے اس کے اوور کوٹ کی آستین اُلجھ گئی اور وہ چند قدم لاری کے پیچھے گھسٹتا چلا گیا..... اور پھر سڑک پر اوندھا آن رہا

لاری نکل گئی، دو راہگیر چلّائیں لیکن ان کی آواز جوَنی کی چیخ میں دب گئی۔

عورتیں اس کی طرف لپکیں۔ وہ بیہوش پڑا تھا۔ وہ بائیں پہلو گرا تھا جس سے بازو کا زخم کھل گیا تھا..... عورتوں نے اسے جھنجھوڑا۔ جوَنی کو لمحی طور پر پھر ہوش آگیا۔ عورتوں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے سہارا دیئے آہستہ آہستہ سڑک کے سامنے ایک مکان کے دروازے کی طرف بڑھیں۔

(۲)

روَزی اور موَدی، دو شادی شدہ بہنیں تھیں جن کے گھر ساتھ ساتھ تھے جب وہ جوَنی کو لئے سڑک کی پٹری پر پہنچیں تو جوَنی کا جسم پھر ڈھیلا پڑ گیا لیکن انہوں نے اسے سنبھال لیا..... روَزی نے مکان کا دروازہ کھولا، گیس روشن کیا اور اپنی بہن کی مدد سے جوَنی کو آتشدان کے قریب صوفے پر لٹا دیا۔

"اس کی ٹانگیں سیدھی کر دو۔" روَزی نے اس کے سر کے نیچے گدی رکھتے ہوئے کہا

"آئے ہائے بیچارے کو سخت چوٹ لگی ہے۔ ذرا دیکھو تو۔ بانہہ ٹوٹ گئی ہے۔"

"اب باتیں نہ بناؤ جلدی سے فرسٹ ایڈ کا سامان لاؤ۔"

"مگر میں کہتی ہوں اس کی تو بانہہ ٹوٹ گئی ہے۔ ایسے میں تم کیا کر سکو گی؟"

"خدا کے لئے اب وقت ضائع نہ کرو۔ ذرا جلدی جاؤ۔"

آگ کی گرمی سے جوتی کو ایک عجیب قسم کی راحت کا احساس ہوا، اس کی روح پر سکون طاری ہو گیا۔ اور آسودگی کے احساس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

سب سے پہلے اس کی نظر چھت پر پڑی۔ روزی اور اس کے شوہر نے حال ہی ہی میں سفیدی کی تھی ——— اور پھر وردی پوش فوجیوں کی تصویریں اُسے نظر آئیں۔ اور اس کے بعد دیواروں کا گلابی کاغذ جس پر چھوٹے چھوٹے پھولوں کے گلدستے چھپے ہوئے تھے۔ اور پھر جوتی کی نگاہیں گلدانوں اور مسکراتے ہوئے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تصویروں کا جائزہ لینے لگیں..... اس وقت تک اس کی دوسری حسیں بھی بیدار ہو چکی تھیں۔ اور اس نے سُنا کہ اس کے کانوں میں گیس کی سائیں سائیں کی آواز آ رہی ہے۔ اور سارے کمرے میں سپرٹ اور مرہم پٹی کے دوسرے سامان کی تیز بُو پھیلی ہوئی ہے ——— اور پھر دو رحمدل چہرے اسے اپنی طرف متوجہ نظر آئے ——— آسودگی! اطمینان! سکون!

"کیا حال ہے بیٹا؟" روزی نے پوچھا

"یہ سب اس کم بخت لاری والے کی مہربانی ہے۔ دیکھ کے تھوڑی چلاتے ہیں" مودی نے کہا

"گھبراؤ نہیں۔ آرام آجائے گا، ہم ابھی ایمبولینس منگواتے ہیں اور تمہیں ہسپتال....."

ہسپتال کے لفظ پر وہ چونک اٹھا جیسے ابھی بھاگ جائے گا۔

"نہیں..... نہیں....."

"گھبراؤ نہیں بیٹا..... ہسپتال میں تمہیں آرام آجائے گا۔"

وہ کراہ اٹھا اور اس کے حلق سے عجیب مبہم سی آواز بلند ہوئی..... وہ کچھ کہہ رہا تھا لیکن اس کے الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے، مگر اس کی آواز میں ہسپتال نہ جانے کی خواہش کے علاوہ بھی کوئی بات چھپی ہوئی تھی ـــــ احتجاج اور خوف!

روزی اور مودی کے لئے یہ آواز ایک معمّا بن گئی

"تم اگر اپنے کسی عزیز کو بلانا چاہو۔ اماں۔ ابا؟ ـــــ"

لیکن جونی کا سر پھر ہلا کہ نہیں۔

"یا کوئی اور..... تمہاری بیوی؟" روزی نے مودی کی بات پوری کرتے ہوئے کہا

"نہیں... نہیں....." اس کا سر بدستور ہل رہا تھا

"ڈرو مت۔" روزی نے کہا "تمہاری مرضی کے خلاف ہم تمہیں ہسپتال نہیں بھیجیں گے۔"

لیکن اس کا سر اسی طرح ہل رہا تھا۔ اور اس کے ہونٹ جیسے خوف کی ترجمانی کرنا چاہتے ہوں لیکن نہ کر سکیں

"تو ہم کسی ڈاکٹر کو بلا بھیجیں؟"

"نہیں... نہیں....."

"کیا کروں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" روزی نے مودی سے کہا

"اب تو ایلفی اور سیمی بھی آیا چاہتے ہوں گے۔"

TajTahir Foundation

"مجھے اُن کی فکر نہیں۔" روزی نے کہا۔ "میں اس کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ کیا کروں؟"

"پیاسا معلوم ہوتا ہے۔"

"اے ہاں، ذرا جاؤ تو....."

روزی نے اپنا ہاتھ اس کی چھاتی پر پھیلا دیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اور اس کی دھندلی آنکھیں روزی کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ روزی کے ہاتھ کی گرمی سے اسے ایک عجیب قسم کا اطمینان محسوس ہوا۔

"تمہارا نام کیا ہے بیٹا؟" روزی نے پوچھا

لیکن جوزی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ روزی کی موجودگی اور اس کے ہاتھ کی گرمی سے اسے آسودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ ۔۔۔ اطمینان، شفقت اور ہمدردی کے اس احساس سے وہ نڈھال سا ہوا جا رہا تھا۔ روزی کی انگلیاں، اس کی کلائی کی طرف بڑھیں۔ نبض بال کی طرح باریک تھی۔ روزی نے اُسے پھر اکسانا چاہا۔

"کوئی بات کرو بیٹا۔ اگر تم کسی کو ملنا چاہتے ہو تو ہم اسے بلوا دیں۔ تمہارا کوئی عزیز۔ ماں۔ باپ بیوی ——"

"کیوں۔ کیا کہتا ہے؟" موزی نے جوزی کے لئے پانی کا گلاس لینے گئی تھی کمرے میں آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" روزی نے جوزی کے سر کے نیچے تکیہ رکھتے ہوئے کہا۔

پانی کا گلاس دیکھ کر جوزی کی آنکھیں کھل گئیں اور زندگی کے تمام خوف ناک واقعات کی تصویریں برقی سرعت کے ساتھ اس کے تصور کے سامنے دوڑ گئیں۔ اس کے

چہرے کی رگیں پھر تن گئیں۔ اس کے شانوں میں جنبش پیدا ہوئی اور اس کا ہاتھ پانی کے گلاس کی طرف بڑھا

۔آرام سے! اطمینان سے!" روزی نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا "جلدی مت کرو، اچھو نہ آجائے۔"

جونی بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ کچھ اس انداز سے گلاس کی طرف بڑھا جیسے اگر اس نے اسے مضبوطی سے نہ پکڑ لیا تو چھین لیا جائے گا۔ مگر پانی چھلک گیا۔

"دوبارہ بھر لاؤ۔" روزی نے اپنی بہن سے کہا اور اس کی غیر حاضری میں روزی نے دوبارہ اُن واقعات کی تفصیل جاننے کی کوشش کی جن کی وجہ سے جونی کی یہ حالت ہوئی تھی۔ دراصل زخم دیکھنے کے بعد روزی کو یقین ہو گیا تھا کہ فوجی لاری کے علاوہ بھی اس میں کسی کا ہاتھ ہے۔ شاید کوئی جھگڑا ہوا ہے ——— لیکن جونی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ روزی کی ہمدردی اس کے رگ و پے میں سرائت کر گئی تھی اور وہ اپنے لب کھول کر اس آسودگی کے احساس کو دور نہیں کرنا چاہتا تھا جو اسے اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھا ——— درست کہ اس آسودگی میں درد اور نقاہت کا احساس بھی موجود تھا۔ یعنی زندگی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ لیکن وہ اس زندگی کو کب سے تیاگ چکا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا اب وہ اس زندگی سے کبھی حظ نہیں اٹھا سکے گا۔ اس کی زندگی تو ختم ہو چکی تھی اور اسے فقط سکون کی تمنا تھی۔

مودی پانی لائی اور جونی پھر پہلے کی طرح گلاس کی طرف لپکا لیکن اب کے روزی نے اسے سنبھال لیا

"میں ابھی آئی۔" مودی نے کہا "یسیمی آیا ہی چاہتا ہے۔ اس کے کھانے کو

کچھ رکھ آؤں ....."

پانی پینے کے بعد جوتی کا سر پھر کسی بے جان چیز کی طرح تکیئے پر آن رہا ــــ درد پھر جاگ اُٹھا تھا

"میں سوچ رہی ہوں ....." روزی نے کچھ کہا، شائد اپنے آپ سے ــــ وہ اکیلی تھی اور پریشان تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

جوتی نے آنکھیں کھولیں اور روزی کی جانب تکنے لگا۔ روزی کی آواز میں کسی قدر ہمدردی تھی

"تمہارا نام کیا ہے بیٹا؟" روزی نے پوچھا

جوتی کا سر پھر ہلا.... نام - زندگی - اب کسی چیز کی بھی کوئی اہمیت نہ تھی

"اچھا تو تمہاری مرضی" روزی نے کہا، "مگر یہ بتادو کہ میں تمہارا کیا کروں.... تمہیں چوٹ سخت آئی ہے اور ڈاکٹر کی ضرورت ہے"

"نہیں نہیں!!" جوتی کے سر میں پھر جنبش ہوئی "میں ختم ہو چکا ہوں"

اس کے اس دیوانہ وار احتجاج سے روزی کے دل میں وہ اندیشے پھر پختہ ہو گئے جو اس کا کوٹ اتارتے وقت پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی حقیقت پسند طبیعت اسے دھوکہ نہیں دینا چاہتی تھی، وہ جانتی تھی کہ اس کی طرح جوتی کو بھی اس بات کا علم ہے کہ وہ مر رہا ہے

"تاہم کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ کسی کو تو بلانا ہی ہوگا..... کوئی تو تمہارا ضرور ہوگا.....؟"

جوتی کے پپوٹے ہلے، پلکیں کپکپائیں اور نگاہیں روزی کے چہرے پر گڑ گئیں

"نہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے..... مجھے..... تھوڑی دیر کے لئے اور.....
یہاں رک جانے دو....."

"گھبراؤ نہیں بیٹا، گھبراؤ نہیں....." روزی نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا "سوچو، ذرا دماغ پر زور دو۔ تمہارا کوئی نہ کوئی تو ضرور ہوگا؟"

"نہیں" جونی نے جواب دیا "میرا.... کھیل ختم ہو چکا ہے....."

اور اس کی آنکھیں پھر بند ہو گئیں اور روزی بے یقینی کے عالم میں ٹہلنے لگی کہ کیا کرے۔ معاً اسے خیال آیا کہ وارڈن کو اطلاع دی جائے تو ہو سکے تو ڈاکٹر کا بندوبست کیا جائے۔ یہ تجویز مودی کو بھی پسند آئی لیکن مودی نے کہا کہ ڈاکٹر کے آنے تک اس کے چند گھونٹ مفید ثابت ہوں گے

"تو لے آؤ پھر جلدی سے" روزی نے کہا

مودی وہسکی لینے کے لئے اپنے گھر چلی گئی جس کی دیوار روزی کے مکان کی دیوار سے ملی ہوئی تھی۔ اور روزی پھر اپنے خیالات میں کھو گئی۔ اس نے جونی کے زرد چہرے کی طرف دیکھا اور اس کی نگاہیں اس کے خون آلود کوٹ پر جا کر رک گئیں۔ اور وہ اپنے آپ سے سوال کرنے لگی کہ ایسی چوٹ گرنے سے نہیں آسکتی؛ یہ اپنا نام پتہ کیوں نہیں بتا رہا؛ یہ کون ہے؛ اس کی زندگی کس طرح گزری ہے.....؟

اب جونی کے چہرے پر تشدد اور احتجاج کے بجائے سکون کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔

روزی کو یوں محسوس ہوا جیسے جونی نے اپنا آپ، اپنے تمام مقاصد، تمام کمزوریاں تمام معمے..... زندگی اور اس کا المناک انجام، ہر چیز اس کے حوالے کر دی ہے۔

اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا ہے، اس کے ہاتھوں سونپ دیا ہے

اتنی بڑی ذمہ داری سے روزی کو آج تک کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے اٹھنے لگے، اور وہ بلا مقصد کمرے میں ٹہلنے لگی.....

معاً اس کی نظریں ایک بار پھر جوتی کے اوور کوٹ پر آکر رک گئیں..... کوٹ کی جیب ابھری ہوئی تھی۔ اس کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھا اور ریوالور کے لوہے کی سردی اس کی روح تک سرائت کر گئی۔ شام کے واقعات کی بھنک اس کے کانوں تک بھی پہنچ چکی تھی.....

وہ جوتی کے کوٹ کو گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گئی اور زخمی مفرور کے لئے رحم اور ہمدردی کے جذبات نے اسے قریب قریب نڈھال کر دیا اور اس کے انجام کا تصور کر کے اس کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں —— قانون اور حکومت کو چیلنج دینے والا۔ تشدد پسند، باغی، مفرور جوتی۔ ٹریجیڈی کا کردار اس کے سامنے درد سے بے حس پڑا تھا۔ اس کے زخم سے لہو کی ایک لکیر بہہ رہی تھی —— روزی سوچنے لگی کہ یہ یوں بھی مر جائے گا۔ پھانسی کے پھندے کے بغیر بھی اس کے لئے موت ہی لکھی ہے۔ زخمی۔ کمزور۔ اکیلا نہ گھر نہ بار

"لیکن الیفی اور سیمی کیا کہیں گے؟" روزی چیخ اٹھی "میرا آدمی کیا کہے گا" —— مودی! مودی!" اور کندھوں پر شال ڈال کر وہ اپنی بہن کے گھر کی طرف بھاگی....

"..... لیکن یہ مر رہا ہے مودی۔ میں اسے پولیس کے حوالے نہیں کر سکتی

..... میں تو یہ ہرگز نہیں کر سکتی۔ کبھی نہیں، کبھی نہیں"

مودی نے اپنی بہن کی تائید کی۔ "ہرگز نہیں!"

"مگر میں تو ڈرتی ہوں کہ ایلفی ـــــ"

"ہوں۔ ایلفی اسے یقیناً یہاں نہیں رہنے دے گا۔"

"لیکن تمہارا سیمی۔ شائد؟ وہ تو کبھی بے زبان جانور کو بھی دُکھ میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"مگر انعام؛ دو ہزار پاؤنڈ!"

مودی نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا

"ایسے ہزاروں سے موت اچھی۔"

"مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ ایلفی محض اپنا فرض پورا کر کے، انجانے پن میں ہی انعام کا حقدار نہ بن جائے۔"

قدموں کی آواز نے اُنہیں چونکا دیا

روزی دروازے کی طرف بڑھی

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ایلفی۔" اس نے اپنے شوہر کا راستہ روکتے ہوئے کہا....

لیکن قبل اس کے کہ وہ پوری تفصیل سے بات کر سکتی ایلفی کی نگاہیں جونی پر پڑیں

"یہ کون ہے، کیا ہوا ہے اسے؟"

"یہی تو میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔" روزی نے ہچکچاتے ہوئے کہا "زخمی ہے۔"

"زخمی ہے، یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ مگر کون ہے اور کیسے آیا؟"

"بس جا رہا ہے بے چارہ۔ چند سانسوں کا مہمان ہے۔"

"مگر کون ہے، نام کیا ہے اس کا، ہوا کیا ہے؟"

Taj Tahir Foundation

لیکن ان باتوں کا روزی نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش تھی اور اس کی کھلی کھلی حیران آنکھیں کسی بہت بڑے راز کا پتا دے رہی تھیں جس کے اظہار سے اس کی زبان قاصر نظر آ رہی تھی ——— ایلفی تاڑ گیا کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ وہ بھڑک اٹھا

"میں پوچھتا ہوں کون ہے یہ؟"

اس وقت اس کی نگاہیں جوتی کے اوورکوٹ اور ربر پر پڑیں اور وہ ٹھٹک گیا، اور شام کے تمام واقعات اس کے ذہن میں گھوم گئے۔

"ہوں۔ تو یہ وہی ہے — جوتی۔ پولیس اسے ڈھونڈ رہی ہے ——۔ لیکن اسے یہاں کون لایا ہے؟....."

ایلفی کی آواز سے غصے اور جرم کا احساس ہو رہا تھا۔ محض یہ خیال کہ ایک مفرور اس کے یہاں پناہ گزین ہے اس کے ضمیر پر بوجھ بن کر چبھ رہا تھا اور اس میں رحم اور ہمدردی کے جذبات کو کچل رہا تھا..... اور اس کی آواز بلند ہو رہی تھی

موذی کھسک گئی..... اس نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو اس کا شوہر سیمی وہاں پہلے ہی موجود تھا۔ ایک دبلا پتلا شخص جس کے بال اپنی سیاہی تیزی سے کھو رہے تھے

"چچا کہاں ہے؟" اس نے موذی سے پوچھا

لیکن اس کے سوال کا اسے کوئی جواب نہ ملا

"سیمی سیمی!"

"خیریت تو ہے؟"

"روزی کے یہاں....."

"کیا ہوا ہے روزی کے یہاں..... کچھ پتہ بھی تو چلے۔ مجھے کہاں کھینچے لئے جا رہی ہو؟"

"وہ — وہ روزی کے یہاں ہے۔" مودی کی آواز سرگوشیوں میں ڈوب گئی، "جونی!"

سیمی کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں پھیل گئیں

"نا بابا مجھے معاف رکھو۔ میں اس جھگڑے میں نہیں اُلجھنے کا۔"

اور وہ بیٹھ گیا جیسے اب نہیں ہلے گا۔ لیکن اس کی بیوی اس کی کمزوریوں سے واقف تھی

"لیکن وہ مر رہا ہے سیمی اور روزی اسے اپنے گھر سے نہیں نکالنا چاہتی۔ یہ انسانیت سے بعید ہے کہ ایک مرتے ہوئے آدمی کو چاہے وہ مفرور ہی ہو، گھر سے باہر پٹک دیا جائے۔ پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ میں تو جا رہی ہوں، تم بیٹھو، میں روزی کے ساتھ ہوں۔"

سیمی کا ہاتھ بطور احتجاج فضا میں لہرایا

"نا بابا۔ میں تو اس جھگڑے میں نہیں اُلجھنے کا۔"

"اچھا تو میں چلی۔ تم بیٹھو!"

لیکن بیٹھے رہنے کی بجائے وہ بھی مودی کے پیچھے ہو لیا۔

اس کی ننھی سی روح ہمیشہ واقعات کی سرحدوں پر منڈلاتی رہی تھی۔ وہ سدا سے ساحل پر کھڑا ہو کر طوفانوں کا تماشا دیکھنے کا عادی تھا۔ لیکن اب وہ ایسے حالات

سے دو چار تھا جہاں علیحدگی سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس نے سُنا کہ اس کا ہم نام اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے کہ جونی کو باہر چھوڑ آئے اور اُس کے کردار کی تمام خوبیاں اُبھر آئیں ——

"نہیں ایلفی۔ یہ انسانیت سے بعید ہوگا!"

(۳)

جونی اُن کی باتیں سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یکایک یہ کیا ہو گیا۔ اُسے روزی اور مودی کی رحمدلی اور انسانیت کا یقین آ چکا تھا اور اسے امید تھی اب وہ اپنی زندگی کے آخری سانس چین سے لے گا اور اسے کوئی پریشان نہیں کرے گا۔ اس کی زندگی ایسی سرحدوں پر معلق تھی جہاں سے اُسے ایک اور دنیا میں قدم رکھنا تھا۔ ان سرحدوں کو عبور کرنے کے لئے اسے ہمت اور سکون کی ضرورت تھی۔ وہ زندگی کے آخری باقیات سے بھی آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اُن بندھنوں کو توڑ دینا چاہتا تھا جو اب تک اسے اس دنیا سے جکڑے ہوئے تھے۔ لیکن یہ کوشش۔ یہ منزل کس قدر کرب انگیز تھی۔ اس کا جسم درد کے ایک خول کی طرح تھا جس کے اندر اس کی روح سہمی ہوئی تھی —— انجام سے ہم آغوش ہونے کے لئے اسے سکون کی تلاش تھی، لیکن ایلفی اور مودی کی آمد نے وہ سکون ختم کر دیا جس کا اسے تھوڑی دیر کے لئے احساس ہوا تھا۔ اور اس کی روح جو اپنی منزل کی جانب سفر کر رہی تھی پھر لوٹ آئی —— وہ اپنے حواس کو اپنے جسم کو پھر اپنے قابو میں لانا چاہتا تھا کہ وہ اس گھر سے چلا جائے جہاں اس کی موجودگی اندیشوں کو جنم دے رہی تھی، بحث کا موضوع بن رہی تھی، امن میں خلل ڈال رہی تھی!!

.....

"لیکن یہ قاتل ہے۔ مفرور ہے۔ اس نے پولیس سے مقابلہ کیا ہے۔ اور ایک بے گناہ آدمی کی جان لی ہے۔"

"یہ درست ہے ایلیفی۔" روزی نے کہا۔ "لیکن اس کی سزا اسے خدا کے حضور سے ملے گی۔"

"مگر میں کیا کروں؟ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"بس اتنا سوچ لو کہ یہ مر رہا ہے۔"

"لیکن مجھے ایسے لوگوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں۔ قانون شکنی، پولیس سے مقابلہ، ڈاکہ، قتل اور اس کو نام دیتے ہیں....."

"لیکن یہ کوئی دم کا مہمان ہے ایلیفی۔"

"تو میں کیا کروں۔ جاؤ پولیس کو اطلاع دو اور ایمبولینس منگواؤ۔ اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"یہ ظلم ہوگا ایلیفی۔ ذرا سوچو، غور کرو۔ ایک آدمی کو آرام سے مرنے بھی نہ دیا جائے! ہے ہے!"

"اس کے سوا اور کیا چارہ ہے؟"

"سکون سے مرنے دو بیچارے کو۔ پڑا رہنے دو یہیں۔"

"ہاں ایلیفی۔" سیمی نے روزی کی تائید کی "ایسے میں اسے پولیس کے حوالے کر دینا یا گھر سے باہر نکال دینا انسانیت سے بعید ہوگا۔"

"مگر مجھے قانون کا بھی تو پاس ہے نا۔"

"ملکی قانون کے علاوہ بھی ایک قانون ہوتا ہے۔ انسانیت کا قانون۔"

"ایک مفرور کو اپنے یہاں پناہ دینا قانون شکنی ہے۔"

"دنیا میں کوئی قانون ایسا نہیں جو مرتے کو سکون مہیّا کرنے سے عاری ہو۔"

"لیکن تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر ہم نے اسے یہیں رہنے دیا اور یہ مر گیا تو لوگ کیا کہیں گے، گلی والے کیا کہیں گے۔ پولیس کیا کہے گی۔ میرے ورک شاپ کے ساتھی کیا کہیں گے؟ ہمیں بھی اس کا ساتھی شمار کیا جائے گا۔ یہ تو مر جائے گا، ہمیں زندہ رہنا ہے..... مجھے قانون کا بھی لحاظ ہے....."

"تو جاؤ۔" روزی نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا "جاؤ اور اسے باہر سڑک پر ڈال آؤ۔ اور اگر یہ مشکل ہو تو پولیس کو خبر کر دو۔ اور مخبری کے عوض دو ہزار پاؤنڈ کا انعام پاؤ۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا

"یہ میں نہیں کر سکتا۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی

روزی مسکرائی

"میں جانتی ہوں ایلفی ——"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس کا کیا کروں۔ رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ گلی محلے والے۔ پولیس۔ ورکشاپ میں میرے بیس برس کے ساتھی۔"

"اگر وہ ایمانداری سے سوچیں تو انہیں بھی یہی درست معلوم ہو گا کہ مرتے کو مارنا انسانیت سے بعید ہے۔ حیوانیت ہے۔ ظلم ہے۔"

"ہوں —— تم ٹھیک کہتی ہو —— لیکن پھر بھی —— کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ..... کیا کروں.....؟"

جوتی ان سے چند قدم کے فاصلے پر باورچی خانے سے ملحقہ کمرے میں پڑا یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ اور وہ سوچنے لگا کہ اس معما کا حل خود اسے ہی بتانا پڑے گا۔ "کیا کروں کیا نہ کروں؟"..... کا جواب اسے ہی دینا ہوگا۔ اس کی موجودگی نے ان سیدھے سادے ایماندار لوگوں کو پریشان کر دیا تھا۔ اور وہ اُن کے لئے مزید پریشانی کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ قوتِ ارادی سے کام لے کر اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا لیکن پاؤں لڑکھڑایا اور گر پڑا

روزی، موتی، سیمی اور ایلفی اس کی طرف لپکے

وہ پھر اٹھا اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا اور دوبارہ دروازے کی طرف بڑھا

اس کا سر بلند تھا اور آنکھیں فاتحانہ روشنی سے چمک رہی تھیں۔ اور ہر قدم اسے دروازے کے قریب لئے جا رہا تھا۔ گھر کے لوگ اس کے راستے سے ہٹ گئے

"ذرا ٹھیرو بھائی" ایلفی نے کہا "یہ لو"

اس کا ہاتھ چینی کے ایک گلدان کی طرف بڑھا جس سے وہسکی کی ایک بوتل برآمد ہوئی

"یہ لو" اور اس نے بوتل جوتی کے منہ سے لگا دی، اور دیکھتے دیکھتے بوتل خالی ہو گئی

"اور یہ اوور کوٹ بھی پہن لو بیٹا" روزی نے کہا

"جوتی نے اس کی آواز پہچان لی لیکن اس کی اور ان کی دنیا کے درمیان

دھند کے مرغولے اٹھ رہے تھے۔ اس کی بینائی کم ہو رہی تھی۔ دنیا کی آوازیں ڈوب رہی تھیں۔ اور تحت الشعور کے غاروں سے عجیب و غریب گونجیں بلند ہو رہی تھیں

دروازہ کھلا اور وہ ایک بار پھر سرورات کی سیاہ گہرائیوں میں کود پڑا

(۴)

کارپوریشن سٹریٹ کا ایک تاریک کونہ

جوتی ایک دیوار کے سائے میں سمٹا کھڑا تھا..... اور زخم سے خون بہنے کی وجہ سے اس کا جسم آہستہ آہستہ بے جان ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی روح اس حقیقت سے آشنا تھی اور ایک نئی نرالی اور لازوال دنیا میں قدم رکھنے کے لئے پر تول رہی تھی اور اس کے دل میں طرح طرح کی امیدیں جاگ رہی تھیں —— نئی دنیا کے نئے تجربے۔ لیکن قتل کی یاد اسے اُبھرنے نہیں دے رہی تھی۔ ہر بار جب روح اڑنے کی کوشش کرتی تو یہ یاد کسی عقاب کی طرح اس کے سر پر منڈلانے لگتی اور روح پھر اپنے ٹوٹے پھوٹے پنجرے، جوتی کے زخمی جسم کی گہرائیوں میں پر سمیٹ لیتی، سمٹ جاتی، سہم جاتی۔

لیکن راہگیر اسے محض ایک شرابی سمجھ رہے تھے جس نے ضرورت سے زیادہ پی لی تھی اور دیوار کی طرف منہ کئے اکڑوں کھڑا تھا۔ ان میں سے کسی کو اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ اس کے اندر کیسی کیسی پُراسرار قوتیں کارفرما ہیں۔ راہگیروں کے نزدیک تو وہ محض نشے میں تھا اور وہ اپنے اپنے نظریوں کے مطابق اس پر پھبتیاں کستے مسکراتے، قہقہے لگاتے یا چپ چاپ چلے جا رہے تھے۔ لیکن ان میں سے اس کے پاس آنے کا کسی کو خیال نہ آیا۔ اگر اتفاق سے کوئی آجاتا تو اسے اس سہمے ہوئے 'شرابی'

کے بہروپ میں وہی مفرور ملتا جس کی جستجو میں قانون کے علمبردار اور محافظ سرگرداں اور پریشاں پھر رہے تھے..... لیکن جوتی کے قریب کوئی نہ آیا اور وہ کافی دیر تک جوں کا توں کھڑا رہا۔ ایک زخمی انسان جس کی روح نامعلوم دنیاؤں کی طرف جانے کے لئے پر تول رہی تھی۔ لیکن اس کا احساسِ گناہ اسے ہر بار کسی شکاری پرندے کی طرح پھر اپنے پنجرے میں سر چھپانے پر مجبور کر دیتا۔

اچانک ایک وقیانوسی بند گھوڑا گاڑی جوتی سے چند قدم کے فاصلے پر موڑ کے قریب آکر رک گئی۔ کوچوان نے لگامیں اپنے سامنے لگے ہوئے کٹہرے کی سلاخوں سے لپیٹیں اور اپنی بلندیوں سے نیچے اتر آیا ——— پتلا دبلا بوڑھا، جن "جمی" جس کی جوانی ہنگاموں سے بھرپور تھی۔ جو پولیس کے کاغذات میں بدمعاشوں کی فہرست میں شامل تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایک طرح سے پولیس کا دوست بھی تھا۔ جہاں بھی دو ٹکے زیادہ ملنے کی امید ہوتی جمی ادھر ہی جھک جاتا۔ لڑائی جھگڑے، دنگے فساد جس کی جوانی کا معمول ہوا کرتے تھے، جو بُرے وقتوں سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا۔ جن جمی، اصل نام جیمز ریسن کوٹ تھا۔ بیس برس سے کوچوانی کر رہا تھا۔ اور کوچوانی کا لائسنس لیتے وقت اس نے شاید آخری بار اپنا پورا نام، صحیح نام کاغذ پر لکھا تھا اور اسے خود یقین نہیں آیا تھا کہ یہ اسی کا نام ہے۔

جمی کو چند سواریوں کا انتظار تھا جنہوں نے کہا تھا کہ وہ اپنی گاڑی کا پوزیشن سٹریٹ میں لے آئے۔ اور جمی انہیں کی خاطر ادھر آیا تھا۔ جمی کی نگاہیں جن سے تاریک سے تاریک کونے بھی چھپے نہ رہتے تھے اسی وقت جوتی کو تاڑ گئی تھیں جب جمی کی نگاہ اس کے مقابل پہنچی تھی..... اپنی نشست سے اتر کر جمی نے سڑک

کے دونوں جانب نگاہ دوڑائی کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ اور پھر ہاتھ اوورکوٹ کی جیبوں میں ٹھونسے پٹڑی سے ہوتا ہوا اس کونے کی طرف بڑھا جہاں جونی سمتھ کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور زیرِ لب ہنستے ہوئے بولا

"دو ہزار پاؤنڈ! اٹھا لے جس کا جی چاہے....."

لیکن جونی خاموش تھا۔ جمی کی باچھیں کانوں تک پھیل گئیں۔ لیکن آواز کیسی تھی؟ قدموں کی چاپ! اڑتی چڑیا کے پر پہچاننے والا جمی جان گیا کہ پولیس کے سپاہی گشت پر آ رہے ہیں۔ اس کے ہاتھ جونی کی طرف بڑھے۔ اور بوڑھے کو جوان نے انقلاب پسند فوجی جماعت کے سالارِ اعلیٰ کو کسی بچے کی طرح اٹھایا۔ گاڑی میں ڈال کر دروازہ بند کیا اور خود نہایت لاپروائی سے گھوڑے کے پاس کھڑا سیٹی بجانے لگا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہے۔

پولیس کے سپاہی قریب آ رہے تھے۔

"آداب عرض ہے سنتری صاحب۔ مزاج تو اچھے ہیں!"

"شکریہ!" ایک سپاہی نے جواب دیا

"جونی کا تو کچھ پتہ نہیں چلا ہوگا۔ خیر دیکھئے میں بھی ڈھونڈ رہا ہوں جیسے ہی کچھ معلوم ہوا فوراً خبر کروں گا۔"

"ہاں ہاں۔ ذرا دھیان رکھنا۔"

"کام ہے جو کھم کا۔" جمی نے اپنے ارادوں کی مزید تائید کی

ایک سپاہی نے سر ہلایا کہ ہاں۔

"پر میں سوچتا ہوں کہ اب تک تو وہ نہ جانے کہاں پہنچ چکا ہوگا۔ اس کے ساتھی

چھوڑ کر ٹھوڑی جائیں گے۔ اور جو یاں ہوتا تو آپ لوگوں کے ہاتھوں سے بچ کر تھوڑی جا سکتا تھا۔ ہاں، سوچنے کی بات ہے۔ اس سے تو یہی جان پڑتا ہے کہ اب وہ یہاں نہیں ہے.....

سپاہی نکل گئے۔ لیکن جمی کو اندیشہ تھا کہ وہ اس کے اطوار سے واقف ہی ہیں اگر انہیں ذرا بھی شبہ ہوا تو پھر لوٹ آئیں گے۔ چنانچہ وہ جھٹ اپنی نشست کی طرف بڑھا۔ اور گاڑی موڑ کر اس رُخ چل پڑا جدھر سے سپاہی آئے تھے۔ لیکن تھوڑی دور جا کر جہاں ذرا اندھیرا تھا اس نے لگامیں پھر کھینچ لیں اور اپنی جگہ سے کود پڑا گاڑی کا دروازہ کھلا اور بند ہو گیا

جمی نے دیکھا کہ جونی کا سر اس کی چھاتی پر جھکا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں۔

"ہاں! تو اب بتا بیٹا" اس نے جونی کی ران پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ "کیا کیا جائے تیرا؟" ..... سب سے پہلے تو دو ہزار پاؤنڈ والی بات آتی ہے..... ایک اچھی خاصی جائداد ہے جو جمی 'جن' مسٹر جینر پریس کوٹ بنا سکتی ہے..... بڑھاپے میں دولت..... دکان کھل سکتی ہے اچھی خاصی..... کچھ اور گنجیاں بھی بن سکتی ہیں اور ان کا کرایہ..... خیر سودھندے ہو سکتے ہیں —— سن رہے ہو جونی؟ جونی!..."

جونی کراہا

"ہے ہے۔ کوئی دم کا مہمان ہے بے چارا۔ اب اس دنیا کے سیر میلے اس کی قسمت میں کہاں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ تم نے اس دنیا کی بہار دیکھی بھی کتنے دن ہے۔ —— ہے ہے۔ تمہارا کھیل تو ختم ہو چکا ہے بیٹا۔ اور ایسے میں تمہارے دام وصول کرنے زیادتی ہو گی۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی یہ کر گزروں تو خوب جانتا ہوں کہ

پبلک کے خادمِ خاص مسٹر جیمز پریسکوٹ کا کیا انجام ہوگا۔ تمہارے کسی ساتھی کی گولی میرا کام تمام کر دے گی۔ مگر گھبراؤ نہیں بیٹا، اس حالت میں تو میں تمہیں ہرگز فروخت نہیں کروں گا..... میں تو ایسے ذرا کی ذرا خواب دیکھ رہا تھا کہ دولت کا مزا کیا ہوتا ہے..... کیا سمجھے؟ سُن رہے ہو نا جونی؟....."

لیکن جونی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے حلق سے عرف کراہنے کی ہلکی سی آواز اُبھر رہی تھی۔

جمی نے بگھی کا دروازہ کھولا اور جونی کو اسی آسانی سے اٹھا کر جس سے وہ اسے پہلے لایا تھا۔ پھر ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑا کر دیا۔

"اچھا بھئی اب جمی صاحب چلتے ہیں۔ مگر بھولنا نہیں کہ جمی نے تمہیں پولیس سے بچا لیا۔ اور یہ سیر مفت کی رہی۔"

جونی کو اتار کر ابھی وہ چند ہی قدم گیا ہوگا کہ اس کی سواریاں آگئیں — چار نوجوان بحری افسر جنہیں کسی ہوٹل میں رات کا کھانا کھانے جانا تھا۔

"بیٹھئے بیٹھئے — شہر میں بہترین جہاز ہے۔" اس نے بگھی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "اور بندہ اس کا کپتان — جن جمی....."

جمی کی گاڑی ابھی چند ہی قدم گئی ہوگی کہ سڑک کی روشنی میں جمی کی دوربین نگاہوں کو ایک اور جانی پہچانی شکل نظر آئی — شیل!

جمی نے گاڑی روک لی اور شیل کے کان سے منہ لگا کر آہستہ سے کہا

"پیچھے! — صرف چند قدم کے فاصلے پر!"

"سچ؟"

"تمہاری جان کی قسم - میں نے اُسے ابھی دیکھا ہے....." اور اُس نے گھوڑی پھر ہانک دی

بگھی کی گرم فضا سے نکلنے کے بعد جوتی اب پھر کھلے میں تھا اور سردی سے اس کے جسم میں درد پھر جاگ اٹھا تھا۔ کسی ٹھوس حقیقت کی طرح وہ اس کے احساس میں معلق تھا، کسی سخت چیز کی طرح وہ اس کے جسم میں مچل رہا تھا ـــــ کسی وحشی درندے کی طرح جس کے دانت اس کے بدن میں گڑے چلے جا رہے تھے۔ بعض اوقات ایسے ہی ذرا لمحہ بھر کے لئے درندے کو اونگھ آجاتی تو اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی۔ لیکن جیسے ہی جوتی ہلنے کی کوشش کرتا درندہ بھی جاگ اٹھتا۔

جمی سے ملاقات نے جوتی کی حسوں کو پھر بیدار کر دیا تھا۔ اور سرد ہوا کے تھپیڑے اور درندے کے دانت اسے پھر اذیت دے رہے تھے..... لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے.....

"مجھے کیا ہو رہا ہے..... ابھی ابھی میں بگھی میں تھا....."

اور پھر دفعتاً اسے یاد آیا کہ اس نے ایک خواب دیکھا تھا

"ہاں..... یہ بھی خواب ہے۔"

اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ شہر کی آوازیں ڈوب گئیں۔ جوتی کے شعور میں تاریکی اور گہری ہو گئی

"خواب ہی تو ہے..... دو نیکدل عورتیں..... بگھی..... رحم دل خواتین جن کے ساتھ مرد بھی تھے..... اور سب باتیں کر رہے تھے۔"

درندہ پھر جاگ پڑا۔ اس کے دانت پھر جوتی کے جسم میں دھنس گئے۔

Taj Tahir Foundation

اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی اور ہونٹ بھنچ گئے ——— درد سے نجات پانے کے لئے اس نے سانس روک لیا..... درد پھر دب گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے درندہ سو گیا ہے..... سانس کے اس تجربے سے جوتی نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور وہ کچھ دیر اسی طرح روک روک کر لمبے لمبے سانس لیتا رہا.... کچھ دیر بعد اس نے ایک اور تجربہ کیا ——— بایاں پاؤں آہستہ سے اٹھایا.. ..... پھر دایاں .. لیکن درندہ سو رہا تھا۔

اس کامیابی سے اسے ایک عجیب قسم کی مسرت کا احساس ہوا۔ اور اس سے شہ پاکر اس نے اپنا دایاں بازو بھی ہلانا چاہا۔ لیکن ہاتھ ہل کیوں نہیں رہا تھا ——— جیسے کسی نے جکڑ رکھا ہو ——— وہ سہم گیا! لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ہاتھ ہلانے کی کوشش کی ——— اور یہ محسوس کر کے کہ ہاتھ کسی نے جکڑ رکھا ہے اس کی دہشت اور بڑھ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ شاید درندہ اس کی چالیں جان گیا تھا اور اب وہ اس کی گھات میں تھا کہ کب وہ ہلے اور کب اسے پھر دبوچ لے ——— اس حملے سے بچنے کے لئے جوتی نے اپنا پہلا تجربہ پھر آزمایا اور سانس روک لیا ——— درندہ سوتا رہا..... کچھ دیر بعد جوتی نے ہاتھ ہلانے کی پھر کوشش کی۔ اور اب کے اس کی انگلیوں کو پٹی کا لمس محسوس ہوا۔ روزی نے اس کے بائیں ہاتھ پر جو پٹی باندھی تھی کھل کر اس کے دائیں ہاتھ سے الجھ گئی تھی۔ اس نے اسے نہایت احتیاط سے علیحدہ کیا۔ اور اب اسے یقین ہو گیا کہ وہ درد کے درندے کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

کامیابی کے اس تصور سے اسے نیند آ گئی۔ لیکن یہ نیند نہ تھی بیہوشی تھی۔ دو تین

منٹ بعد جب اسے ہوش آیا تو اس نے آنکھیں کھولیں ـــــ اندھیرے اور ٹھنڈی ہوا کے طوفانی تھپیڑوں نے اسے پھر بوکھلا دیا... اور پھر وہی خواب اور.... درندہ..... روح پر گناہ کا بوجھ ـــــ اس نے انہیں پھر فریب دینے کی کوشش کی.....

اب وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا لیکن وہ ابھی کوئی بیس قدم ہی گیا ہوگا کہ درندے نے اسے پھر دبوچ لیا..... جونی لڑکھڑایا، سنبھلا، پھر لڑکھڑایا، پھر سنبھلا راہگیروں کے تردیک وہ محض ایک شرابی تھا جس نے ضرورت سے زیادہ پی رکھی تھی، اور وہ اپنی اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق اس پر مسکراتے، پھبتیاں کستے یا قہقہے لگاتے چلے جا رہے تھے۔ چند فوجی اسے دیکھ کر چند قدم کے فاصلے پر رک گئے۔ ان میں سے ایک اس کے قریب آیا

"کیا ہوا ہے دوست، چوٹ آئی ہے؟"

"اماں ہٹاؤ یار۔" اس کے ساتھیوں نے کہا "ہوا ہوا یا کچھ نہیں، زیادہ پی گیا ہے اور کیا۔"

"نہیں بھئی۔" نوجوان نے کہا "بیمار معلوم ہو رہا ہے غریب ـــــ کیا ہوا ہے دوست؟"

"پی رکھی ہے پیارے۔" اس کے ساتھیوں نے کہا

جونی کا سانس اس کی تائید کر گیا..... اور فوجی نوجوان قہقہے لگاتے ہوئے اپنے راستے پر ہو لئے۔

قہقہوں اور آوازوں کی بازگشت نے جونی کو ڈرا دیا۔ اسے اندیشہ تھا کہ

درندہ پھر جاگ اُٹھے گا اور اسے پھر اپنے چنگل میں دبوچ لے گا، اپنے دانت اس کے جسم میں گاڑ دے گا۔ اس نے درندے کو پھر فریب دینا چاہا۔ اب کے اس کی تدبیر یہ تھی کہ رک جائے اور پھر ایک دم جست لگا کر بھاگ اٹھے اور درندے کی زد سے نکل جائے..... لیکن اس میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ دوڑ سکے۔ البتہ اس کی رفتار ضرور تیز ہو گئی.....

ایک عورت سے ٹکر! کوسنوں کی بوچھاڑ! آوازوں کا شور! ہوا کی شائیں شائیں درندے کا اندیشہ..... لیکن وہ بڑھتا گیا.....

درندے نے اسے پھر دبوچ لیا اور اس کے جسم کی تکا بوٹی کرنے لگا لیکن وہ نہ رکا۔ اس کی رفتار بڑھتی گئی..... چھوٹے چھوٹے تیز قدم۔ جیسے وہ کسی پہاڑی سے نیچے اتر رہا تھا۔ یکایک اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک شراب خانے کے دروازے کے سامنے ہے۔ وہ رک گیا — سڑک خالی تھی اور دروازے کے دونوں طرف روشن الماریوں میں جگمگاتی ہوئی بوتلوں کی قطاریں دیکھ کر اسے محسوس ہوا جیسے یہ مقام نسبتاً محفوظ ہے، اور وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلا، ایک مرد اور ایک عورت باہر آئے لیکن انہوں نے دروازہ بند نہ کیا۔ مے خانہ میں رونق تھی۔ شرابیوں اور خدام کا شور۔ منیجر کے احکامات۔ کاگ اور قہقہے.....

شرابیوں کے اس ہجوم میں جونی بھی کسی شرابی ہی کی طرح آیا۔ لیکن شراب خانے میں شرابی کی آمد پر کوئی نہ چونکا۔ لڑکھڑاتے ہوئے شرابی اس ماحول کا ایک جزو تھے ان پر کسی کو اچنبھا نہیں ہو سکتا تھا.....

شراب خانے کے وسیع ہال کو علیحدگی کے لئے لکڑی کے تختوں کی مدد سے

چھوٹے چھوٹے خوبصورت کمروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کمرہ دروازے اور کاؤنٹر کے قریب تھا۔ کمرہ ۱۰۔ جوانی سیدھا اسی کمرے کی طرف گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ جوانی کا ہاتھ ذرا سہارا لینے کے لئے میز پر ٹک گیا۔ لیکن درندے کے دانت اس کے جسم میں اور بھی دھنس چکے تھے۔ اسے چکر آیا، قریب تھا کہ وہ گر پڑتا لیکن میز کے ساتھ پڑے ہوئے بنچ نے اسے گرنے سے بچا لیا ——— اس کا سر میز پر جھکا ہوا تھا اور بازو پھیلے ہوئے تھے۔ بازو کے زخم پھر کھل گئے تھے۔ اور انگلیوں تک خون کی ایک ننھی سی چمکدار سوت بہہ نکلی تھی۔ درندے کے دانت اس کی زندگی کو رواں دواں رکھنے والی طاقت کے قریب پہنچ رہے تھے۔

"اب میں چلا!....." اس نے اپنے آپ سے کہا "یہ چیز مجھے مارے ڈال رہی ہے...

(۵)

اس کی آمد اس قدر غیر متوقع تھی کہ ایک بیرے اور شراب خانے کے مالک فینسی کے سوا کوئی بھی اسے نہ پہچان سکا۔ جوانی کو دیکھ کر فینسی کا دل بیٹھ گیا ———

فینسی کی تمام عمر ناجائز کاموں اور قانون شکنی میں گزری تھی۔ وہ ایک انتہا درجے کا بددیانت بدمعاش تھا لیکن ہوشیار اور کایاں چنانچہ ہمیشہ بچ نکلتا..... لیکن کچھ عرصہ ہوا اس نے اپنے کاروبار کو سجا بنا دیا تھا۔ بلکہ سرے سے اس کا حلیہ ہی بدل دیا تھا نیا رنگ نیا سامان ——— اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ پرانے سامان اور پرانے ماحول سے شاید اسے اپنے جرائم کی بو آنے لگی تھی ——— یہاں تک کہ اس نے میکدے کا نام بھی تبدیل کر دیا تھا۔ نیا نام چار بہاروں کا ترجمان تھا۔ گرمی، سردی، بہار و خزاں

اور میکدے کی دیواروں کو چار بہاروں کی تصویروں سے مزین کرنے کے لئے فینسی نے ایک دیوانے آرٹسٹ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ یہ آرٹسٹ لیوکی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی انوکھی تصاویر میکدے کے نئے نام اور نئی سج دھج کی بدولت فینسی کا کاروبار دیکھتے ہی دیکھتے ایسا چمکا تھا کہ اب فینسی کو بھی اپنے آخری دن عزت و آبرو سے گزارنے کی امید ہو گئی تھی۔ اس کا میکدہ اب مشہور و معروف خواتین، شہر کے بے فکروں، شاعروں، مصوروں، ادیبوں اور سیاست دانوں کی آماجگاہ بن گیا تھا...

.... اور فینسی کو یقین تھا کہ اب اسے جرائم سے کوئی سروکار نہیں رکھنا پڑے گا۔

لیکن جونی کی آمد سے اسے اپنے سارے منصوبے خاک میں ملتے نظر آئے۔ وہ چپ چاپ بیٹھا کمرہ نما کے دروازے کو تک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے ـــــ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ وہ بیرا جس نے جونی کو آتے دیکھا تھا آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے کچھ سوال کر رہا ہے۔

"اسے آرام سے بیٹھا رہنے دو۔" فینسی نے کہا

بیرا حیران ہو گیا۔ اسے اپنے آقا کے الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اور اس کی نگاہیں کمرہ نما کے دروازے، فینسی کے چہرے اور اپنے ساتھیوں کے درمیان رقص کر رہی تھیں.....

"کون ہے؟" اس کے ایک ساتھی نے پوچھا

"جونی!"

"خدا ہماری حالت پر رحم کرے....."

فینسی دیکھ رہا تھا کہ انکشاف کی آواز آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔ اس نے اپنی بلند آواز سے، اپنے احکامات سے پرانے گاہکوں کی مزاج پرسی اور نئے سرپرستوں کی آؤ بھگت سے اس راز کو دبانا چاہا، لیکن منہ سے نکلی کوٹھوں چڑھی۔ بات بیروں سے نکل کر شرابیوں میں جا پہنچی۔ اور میکدہ شام کے واقعات کی صدائے بازگشت سے بھنبھنا اٹھا۔ اور فینسی کو اپنی بدقسمتی کا یقین ہو گیا۔ اور اس کے تصور میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ پکڑ دھکڑ، ہنگامہ اور شکست و ریخت کے شور کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اور کون جانتا تھا کہ پولیس خود اسے بھی ایک مفرور قاتل کو پناہ دینے کے جرم میں نہ لپیٹ لے، اگر کسی شرابی نے باہر جا کر اطلاع کر دی تو کیا ہوگا، جوئی کی جماعت سے الگ ہو کر اس نے مخبری کی ہے۔ پولیس کے شبہات الگ کہ اس نے قاتل کو پناہ دی ہے...

..... فینسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس مصیبت سے کس طرح جان بچائے۔ وہ خوف سے ہانپنے لگا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور سر میں ہتھوڑے چل رہے تھے ——— رات ابھی شروع ہی ہوئی تھی۔ گاہک ابھی آ رہے تھے۔ اور دروازے بند کرنے تک ابھی کتنا وقت پڑا تھا۔ اس وقت تک نہ جانے کیا ہو جائے.....

بیرے سوچ رہے تھے کہ ان کا آقا کیا کرے گا! اور سرگوشیاں کر رہے تھے

معاً اس کے ہاتھ بوتل اور گلاس کی طرف بڑھے

"اپنے آپ کو تیار کرنا چاہتا ہے" ایک بیرے نے کہا

لیکن شراب کا گلاس اس نے اپنے لبوں سے لگانے کی بجائے ٹرے میں رکھ لیا

اور کمرہ ٹاک کی طرف بڑھا۔

.....

فینسی نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کمرے کی چوبی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ میانے قد کا آدمی وہاں جھانک بھی نہیں سکتا تھا۔ اور باہر شور اتنا زیادہ تھا کہ کمرے کے اندر باتوں کی آواز باہر نہیں سنائی دے سکتی تھی

فینسی پہلی نگاہ میں بھانپ گیا کہ اس بدقسمت انسان کو کوئی بات سمجھانے کی کوشش کرنا فضول ہے..... اس کا سر ننگا تھا اور کوٹ کے بٹن ٹوٹ چکے تھے اور اُس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا

وہ غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹ گیا ـــــ اپنے سامنے اس زخمی مفرور کو دیکھ کر جس کی قوتِ مدافعت ختم ہو چکی تھی اور جو پناہ کی تلاش میں بھٹکتا پھر رہا تھا فینسی کا بے رحم دل پسیج گیا۔ اب جونی محض انسانیت کا ایک چیتھڑا تھا جسے واقعات کی ہوا جگہ جگہ اڑائے پھر رہی تھی۔ فینسی اس کے انجام کے تصور سے ٹھٹھک کر رہ گیا اور اس کا دل ہمدردی سے ڈول گیا..... لیکن یہ کیفیت، ہمدردی اور انسان دوستی کا یہ جذبہ فوراً ہی خوف، خود غرضی، احتیاط اور فینسی کی فطرت کے دوسرے تقاضوں تلے دب گیا، اور اس نے جونی کو جھنجھوڑا

جونی کے حلق سے کراہنے کی آواز بلند ہوئی۔ فینسی چوکنا ہو گیا

"سنو! سنو! ـــــ تم سن رہے ہو نا؟"

اور اس نے جونی کے ڈھیلے ڈھالے بے جان سے جسم کو کھینچ کر چوبی دیوار کے ساتھ لگا دیا ـــــ لیکن سامنے میز پر، اور جونی کے کپڑوں پر جونی کا زندہ خون چمک رہا تھا۔ اس کا عرقِ حیات جو ٹپک ٹپک کر جسم کی موت کی پیش گوئی کر رہا تھا۔

"چچ چچ..... یوں لگتا ہے جیسے تم زیادہ دیر تک اس دنیا میں سانس نہیں

لے سکو گے.....

فینسی کے دل میں ہمدردی کے جذبات پھر جاگ اُٹھے۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے تقدیر نے جوؔنی کو وہاں لاکر اسے اپنی انسانیت کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ لیکن یہ خیال آیا اور گزر گیا۔ اور ایک مرتبہ پھر وہ یہی سوچنے لگا کہ ایک مرتے ہوئے زخمی مفرور کی مدد کر کے اسے کیا مل جائے گا؟ اس نے ایک بار پھر جوؔنی کو جھنجھوڑا

"سُنو!..... میں کہہ رہا ہوں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے..... سُن رہے ہو نا؟ میں تمہیں یہاں سونے نہیں دوں گا ——— یہ لو اسے اور پی جاؤ"

اس نے وہسکی کا گلاس جوؔنی کے ہاتھ میں دینا چاہا لیکن جوؔنی کی مٹھی بند ہو گئی فینسی نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا اور اس کا سر پیچھے کر کے شراب اس کے حلق میں انڈیل دی۔ لیکن جوؔنی کے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ شراب اس کے ہونٹوں کے کونوں سے یہ نکلی

"افوہ!....." فینسی کو شراب کے ضائع جانے کا افسوس ہو رہا تھا۔ "کیا کروں میں تمہارا؟....."

اور جیسے اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے جوؔنی کو پھر جھنجھوڑا...

..... جوؔنی کی پلکیں کپکپائیں اور ہونٹ کھل گئے۔ لیکن اس کی پتلیوں پر دُھند چھائی ہوئی تھی جیسے وہ بینائی سے محروم ہیں۔ اور ان کے آقا کا اپنے حواس پر کوئی قابو نہیں..... اس کی آنکھوں کے اردگرد میل جما ہوا تھا اور اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ زندگی اس کے اندر دم توڑ رہی ہے

فینسی کے ہونٹوں سے ایک آہ بلند ہوئی جو اس کی مجبوری کا پتا دے رہی تھی۔

اس کی ذہنی کشمکش کی آئینہ دار تھی۔ اس کی انسانیت اور خود غرضی کے تصادم کی ترجمانی کر رہی تھی۔

اس نے جوؔنی کو ایک کونے میں بٹھا دیا۔ اس کا کوٹ نہایت ہی سنگ دلی سے اس کی زخمی بانہہ پر ڈالا اور فرش سے سگرٹ کی ایک خالی ڈبیا اٹھا کر اسے دروازے اور چوکھٹے میں رکھ کر دروازہ بند کیا اور باہر نکل آیا۔ سگرٹ کی خالی ڈبیا نے دروازے کے لئے تالے کا کام دیا۔ اب اسے آسانی سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔

باہر بیرے حیران تھے کہ اندر کیا ہوا ہے۔ اور گاہکوں کے درمیان چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ غالباً وہ اسے پولیس کے حوالے کر دے گا

"نمبر نو!....."

وہ پھر احکامات جاری کر رہا تھا۔ گاہکوں کی ضروریات سب سے مقدم تھیں۔

"نمبر گیارہ! دو وہسکی!"

"ایک بیئر!....."

بیرے حیران تھے اور گاہک قیافے لگا رہے تھے ـــ انعام، لڑائی، مقابلہ، گولیاں!..... لیکن یقین سے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیا ہوگا، ایک بات کا البتہ ہر ایک کو یقین تھا

"اس سے کچھ بعید نہیں!!!"

فینسی جب کاؤنٹر کے پیچھے آیا تو وہ بیرا بھی جس نے جوؔنی کو پہچان لیا تھا ساتھ ہی وہاں پہنچا

"کوئی بات نہیں"۔ فینسی نے آہستہ سے کہا "بے ہوش پڑا ہے بے چارہ دکان

بڑھاتے وقت باہر چھوڑ دیں گے۔"

"لیکن اس وقت تک اگر باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ پولیس آ گئی اور اس کے ساتھی آ گئے تو۔ آپ کہیں تو ہم اِسے ——"

"ارے نہیں۔ پڑا رہنے دو غریب کو —— وہ تو پہلے ہی ادھ موا ہے....."

بیرے کے ہونٹوں پر ایک طنز آلود تبسم چھا گیا اور وہ کسی گاہک کی طرف متوجہ ہوا۔

(۷)

دریا کے سامنے ایک بوسیدہ مکان کے ایک وسیع کمرے میں ہر چیز سے بے ترتیبی برس رہی تھی۔ سہیل اپنے پنجرے کے گرد بانہیں ڈالے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ہی اٹھائیس انتیس برس کا ایک نوجوان جس نے سرخ قمیص پہن رکھی تھی، تارپین کے تیل میں بھیگے ہوئے ایک کپڑے سے تصویریں بنانے کے برش صاف کر رہا تھا۔

کمرے کے وسط میں ایک پرانا گرد آلود گیس لیمپ لٹک رہا تھا جو استعمال نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ بجلی کی ایک تار لپٹی ہوئی تھی جس سے تیز روشنی کا ایک بلب آویزاں تھا۔ بلب کی روشنی میں جگہ جگہ مصوری کے لوازمات، برش، رنگ اور مرتبان وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ اور دیواروں پر عجیب و غریب تصویریں آویزاں تھیں۔ —— ایک طرف کتابوں کا ایک ڈھیر لگا تھا، دوسری طرف کاؤچ پر بستر نظر آ رہے تھے۔ سرخ قمیض والے نوجوان کے پاس ہی کرسی پر شام کا تازہ اخبار پڑا تھا

"کوئی اس کی خبر بھی ہے لیو کی؟"

"کس کی؟"

"جوآنی کی!"

"آج تمہیں اس کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"مجھے اس سے ہمدردی ہے یار۔"

"تو پھر بک بک بند کرو۔"

کمرہ اس کی آواز سے گونج اٹھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ لیوکی کو بھی جوآنی کے ذکر نے مضطرب کر دیا ہے۔ اور وہ اسی اضطراب کو چھپانا چاہتا ہے۔

"مگر مجھے بار بار اسی کا خیال ستا رہا ہے۔"

"تو اس خیال کو دل میں ہی رکھو! چپ ہو جاؤ اور چپ نہیں رہ سکتے تو نکل جاؤ کمرے سے۔"

وہ شیلی کے سامنے ایک بوسیدہ کرسی پر بیٹھ گیا اور آتشدان میں آگ کے شعلوں کو تکنے لگا۔ لکڑیاں چٹخ رہی تھیں اور شعلے ناچ رہے تھے۔ اور آگ کے سرخ سینے، دہکتی ہوئی گہرائیوں، سلگتی ہوئی سیاہیوں اور بل کھاتے لہراتے مچلتے دھوئیں کے دامن میں لیوکی کو عجیب و غریب تصویریں نظر آ رہی تھیں۔

معاً اسے آگ کے سب سے سرخ حصے سے ایک چہرہ نظر آیا جو ایک ہی جھلک دکھا کر غیر واضح خطوط کی تصویروں کے ایک ہجوم میں تحلیل ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد ایک اور چہرہ ابھرا جس کے ہونٹ بند تھے۔ جیسے اس کے دل میں کوئی راز ہے۔ اور ہونٹ اس راز کو الفاظ کا پیرہن پہنانے سے روک رہے ہیں۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں کرب کی ایک خوفناک کیفیت جھلک رہی تھی۔ لیکن یہ چہرہ بھی تحلیل ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے امید، آرزو، مسرت، شہوت اور بدی کے چہرے ابھرے۔ ان میں سے

ہر ایک نے لیوکی کو اپنے بے صدا الفاظ میں کچھ کہا اور غائب ہو گیا۔ لیوکی کی حساس روح نے ان کا مطلب سمجھا، اور وہ اس تصور سے ہنس پڑا کہ وہ زندگی کے سفرِ زمان و مکان کی کہانی سُن رہا ہے

شیل نے دیکھا کہ اس کے حسین چہرے پر تحیّر و شادمانی کے رنگ رقص کر رہے ہیں۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔" شیل نے کہا' ہاں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی پیچ دیچ ــــ

"ہوں؟" لیوکی چونک پڑا، "کیا کہا تم نے؟"

شیل سہم گیا

"میں سوچ رہا تھا ــــ جوّنی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اخبار میں اس کی کیا خبر آئی ہے۔"

"چپ ہو جاؤ!"

اور لیوکی پھر شعلوں کی دنیا میں کھو گیا ــــ آگ کے دہکتے سینے میں تصویریں بھر اُبھر رہی تھیں۔ آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ رنگ رنگ کے چہروں کا ایک ہجوم تھا ــــ قہقہے، تبسّم، زہریلی طنز آلود مسکراہٹیں..... رحم طلب اشک آلود نگاہیں..... پراسرار خواب آلود، دانائے راز صورتیں ــــ ایک سنجیدہ، مغرور اور نیک دل روح بار بار اُبھرتی اور لیوکی سے کچھ کہتی اور پھر اس فہم میں غائب ہو جاتی جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی ــــ دفعتاً لکڑی کا ایک ٹکڑا نیچے گرا، شعلے بجھ گئے اور تصویریں اپنا بھید بتائے بغیر سلگتے ہوئے انگاروں میں غائب ہو گئیں

"لیوکی!"

چھت پر شیل کا سایہ، لیوکی کے سائے کے پاس آگیا

Taj Tahir Foundation

"لیوکی! ــــ آج مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے پنچھی کے بارے میں۔"

"جہنم میں جاؤ تم اور تمہارے پنچھی!" لیوکی بھڑک اُٹھا

لیکن شیل اپنی دھن میں مست تھا۔ اس کے چہرے پہ زندگی کی گرسنگی اپنی تمام عیاری اور ناکامیوں کے سائے سے اُبھر رہی تھی

"نہیں لیوکی، ذرا سُنو تو ــــ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنا پنچھی اچھے داموں بیچ سکتا ہوں۔ چند ہزار پونڈ کے بدلے۔"

لیوکی نے دیکھا کہ شیل کی آنکھوں میں اس کی حقیر، کمینہ، ناقابلِ اعتنا روح اپنا حق طلب کر رہی ہے۔ زندہ رہنے کے لئے کراہ رہی ہے..... اور اپنے اس فنکارانہ تصور سے لیوکی مسکرا پڑا ــــ شیل کو جیسے نشہ مل گئی

"اور وہاں ایک نہایت ہی شاندار قسم کی خاتون بھی موجود تھی ــــ اسے بھی پنچھی کی تلاش تھی۔ چنانچہ میں اپنی بات پر ڈٹا رہا اور میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ پنچھی کے دام لگتے ہیں صاحب۔ مجبور ہو کر بڈھے کو بھی ہاں ہی کرنا پڑی۔ اس نے کہا ہے کہ تم جنور کو یہاں لے آؤ....."

لیکن لیوکی پھر اپنے تصورات میں کھو چکا تھا۔ وہ نہیں سن رہا تھا کہ شیل کیا بک رہا ہے ــــ لیوکی کے ذہن میں شیل کی ایک نئی تصویر کا خاکہ اُبھر رہا تھا جس کا عکس اس نے ابھی ابھی اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا

"تو سمجھے لیوکی: یہ بات ہے۔ اور جن جمی نے جو خبر دی ہے اس کے مطابق ــــ"

شیل چپ ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا مصور ساتھی خیالات کی دنیا میں سرگرداں ہے

لیکن لیوکی جلد ہی اپنے تخیلات کی دنیا سے واپس آ گیا ہے۔

"ہاں۔ کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے" شیل نے کہا "کہ پنچھی کا اتا پتا تو مجھے معلوم ہے لیکن اسے بڈھے کے یہاں کیسے پہنچایا جائے؟"

شیل نے اپنا ہاتھ پنجرے سے اٹھایا اور کٹورا سی ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ سے خیالی سکے اُنڈیلتے ہوئے بولا

"سیکڑوں لیوکی!" اس کی آواز سرگوشیوں میں ڈوب گئی۔ "سیکڑوں"

"تمہارا مطلب ہے کہ....." لیوکی اٹھ بیٹھا اور اس نے اپنا فقرہ مکمل کئے بغیر ایک اور سوال کیا "کہاں گئے تھے تم؟"

شیل سہم گیا

"بوڑھے پادری ٹامم کے یہاں۔"

"کس لئے؟" لیوکی نے پوچھا۔ اور شیل کے کوٹ کا کالر پکڑ کر اسے اوپر اٹھا لیا۔

"بولو! بتاؤ! کس لئے میں پوچھتا ہوں؟"

"میں۔ میں ـــ سنو تو ـــ" اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی

"کمینے۔ کتے!"

"مگر۔ سنو تو لیوکی۔ میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی۔ میں تو فقط یہ کہہ رہا تھا کہ پولیس کے سیکڑوں سپاہی اس کے کھوج میں ہیں تاکہ اس پر مقدمہ چلائیں اور اسے پھانسی کے پھندے تک۔ میرا مطلب ہے کہ اس کے کٹے کی سزا....."

لیوکی اسے دھکیلتا ہوا دروازے تک لے گیا۔ وہ اپنے ساتھی کے ارادوں سے واقف ہو چکا تھا اور اس کے کمینہ پن سے اس کا پارہ چڑھ گیا تھا

"مگر ـــــ سنو تو ـ میں کہتا ہوں کہ تم اور میں اور ٹوبی اپنی تمام عمر آرام سے ....."

"کتے! کمینے!"

"مگر تم ـ سن تو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں .... میں تو بوڑھے پادری سے صرف یہ پوچھنے گیا تھا کہ ـــــ"

"ایک انسان کو بیچنا چاہتا ہے کتے!"

"مگر صرف صحیح خریدار کے پاس ـ"

لیوکی کی گرفت جو لمحہ بھر کے لئے ڈھیلی پڑ گئی تھی پھر سخت ہو گئی اور وہ پھر اس کی طرف یوں لپکا جیسے اس کی ہڈی پسلی ایک کر دے گا

"پادری نے تمہیں کیا دینے کا وعدہ کیا ہے ـ بول ـ بتا! کتے کمینے!"

"کسی خاص رقم کا تو ذکر نہیں ہوا لیوکی ـ البتہ کسی قسم کے انعام کا وعدہ ـــ"

"کیا انعام میں پوچھتا ہوں؟"

"کچھ ایمان کی بات تھی لیوکی، جس کے بارے میں وہ بعد کو بتائے گا۔"

لیوکی نے اسے ایک اور دھکا دیا

"جھوٹے .... میں تیری ہڈی پسلی ایک کر دوں گا آج ..... تو ایک مفرور کو بیچنے کی کوشش کر رہا ہے ذلیل انسان ـ ایک آدمی کو بیچنا چاہتا ہے جو زخمی ہے اور پناہ ڈھونڈتا پھر رہا ہے ....."

"لیکن لیوکی بوڑھا پادری تو شائد اسے پھر اس کی جماعت اور اس خاتون کے حوالے کر دے گا ....."

"آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا ـــ ایک آدمی کو بیچے گا تو ـ ہوں!"

"خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دو لیوکی۔ مجھے معلوم ہے کہ جوتی کہاں ہے.... پادری میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"ایک کر دوں گا ہڈی پسلی۔ بشرطیکہ ——"

"تمہاری کیا شرط ہے لیوکی؟"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اسے یہاں لاؤ۔ تمہیں وعدہ کرنا ہوگا! میں اس کی تصویر بنانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن یہ مشکل ہوگا لیوکی۔ میرا مطلب ہے میں اسے یہاں کیسے لاؤں گا ...."

"تو بس یہ سمجھ لو کہ آج تمہاری خیر نہیں۔ ایک کر دوں گا ہڈی پسلی —— دیکھتا ہوں کہ تم نہ کیسے کرتے ہو؛ آدھ گھنٹے کے اندر اندر اُسے میرے سٹڈیو میں موجود ہونا چاہئے۔ مجھے اس کی تصویر بنانا ہے۔"

"لیکن پادری میری راہ دیکھ رہا ہوگا۔"

"پہلے تصویر۔ صرف وہ گھنٹے کے لئے اسے یہاں لے آؤ۔ پھر تم جانو اور تمہارا کام"

"لیکن دو گھنٹے میں تصویر کیسے بنے گی لیوکی۔"

صرف چہرہ —— دو تین گھنٹے میں چہرہ مکمل ہو جائے گا۔ اس کی آنکھیں۔ اس کی روح کا رازاس کا چہرہ اور بس....."

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیوکی کہ اسے لا سکوں گا یا نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"تو بس جان لو کہ آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

لیوکی کا ہاتھ اسے پیٹنے کے لئے اٹھا۔ شیلی سہم گیا۔ سمٹ گیا

"ٹھیر ولیوکی۔ مجھے سوچ تو لینے دو۔ میرا مطلب ہے....."

"سوچ کے بچے تمہیں وعدہ کرنا ہوگا۔ تو ایک انسان کو بچنا چاہتا ہے کمینے۔ میں تجھے کچل کر رکھ دوں گا ذلیل کتے!"

"اچھا لیوکی۔ لیکن کام ہے جوکھم کا۔ میں وعدہ نہیں کر سکتا۔"

لیوکی کا ہاتھ پھر فضا میں بلند ہوا۔ شیل اس کی غضب سے خوب واقف تھا۔ وہ سکڑ گیا

"اچھا لیوکی جیسے تم کہتے ہو ویسے ہی ہوگا۔ اب ذرا کی ذرا مجھے یہ سوچنے دو کہ اسے یہاں لانے کی کیا تدبیر کروں..... ہاں....."

اور جیسے وہ سچ مچ اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا ـــــ دفعتاً وہ دروازے کی طرف لپکا۔ "میں اسے نہیں لاؤں گا لیوکی۔ نہیں لاؤں گا۔ تم سمجھتے ہو کہ میں اپنی جان جوکھم میں ڈال کر تمہارے لئے موڈل مہیا کرتا پھروں گا...."

لیوکی اس کے پیچھے بھاگا لیکن قبل اس کے کہ وہ اسے پکڑ سکتا شیل رات کے اندھیرے میں غائب ہو چکا تھا..... اپنی ناکامی اور شیل کی عیاری پر پیچ و تاب کھاتا ہوا وہ واپس آکر سٹڈیو میں آتشدان کے سامنے بیٹھ گیا۔ لیکن شعلوں کے دامن سے کوئی شکل نمودار نہ ہوئی۔ لکڑیاں جل گئیں اور راکھ میں تبدیل ہو گئیں..... اور تخلیق کے وہ حسین خواب جو دن بھر اس کی آنکھوں کے سامنے ابھرتے رہے تھے اندھیرے اور مایوسی میں کھو گئے۔ بے یقینی کی بارش نے ان تمام شعلوں کو سرد کر دیا جو اس کی روح کو حدت پہنچا رہے تھے اور اس کے تصور کو عجیب و غریب تصویروں کے نقوش دکھا رہے تھے۔ ندامت، ناکامی اور خوف کے احساسات سے وہ آتشدان کے سامنے

سکڑ کر بیٹھ گیا اور انگڑائیاں لینے لگا۔

اس نے اپنی زندگی کے اٹھائیس سال میں کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے ـــــ جھلی اٹھائی، مزدوری کی، دخانی جہازوں میں بھاڑ جھونکا۔ بساطی اور بنئے کا ہاتھ بٹایا، میکدوں میں ملازمت کی..... اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ پندرہ سال تک یتیمی کا مزہ چکھا اور ڈبریوں میں راتیں کاٹیں..... لیکن اس کے باوجود اسے یقین تھا کہ وہ ان تمام ساتھیوں سے نرالا ہے جو زندگی کے ٹکڑوں پر جی رہے ہیں۔ اس کی روح ہر جگہ ہر حالت میں ہر رنگ میں حسن کو پہچان لیتی تھی..... اور عمر کے ساتھ ساتھ یہ صلاحیت بھی ابھرتی گئی۔ نت نئے تجربوں کے ساتھ زندگی کے بارے میں اس کے عقائد اور واضح ہوتے گئے۔ اور اس نے زندگی کے اس نقشے کو جو اس کے ذہن میں تھا۔ اس تجربے کو جو اس کی روح کو پریشان کر رہا تھا اور جس نے اس کے احساس کو للزادیا تھا تصویروں کا پیرہن پہنانا چاہا اور اپنی قلیل آمدنی سے رنگ، برش، کاغذ اور کینوس خریدے اور محنت مزدوری سے کنارہ کش ہو گیا۔

گذشتہ پانچ سال سے وہ اپنے ساتھیوں ٹوبی اور شیل کے ساتھ (جنہیں مصوری سے کوئی دلچسپی نہ تھی) ایک فن کار کی زندگی گزار رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے عورتوں اور مردوں کی سیکڑوں تصویریں بنائی تھیں۔ لیکن وہ ہر موڈل کو اپنے نرالے نظریوں کی روشنی میں دیکھتا تھا۔ سیدھی سادی روایتی شبیہ کاری سے اس کے فن کو کوئی سروکار نہ تھا۔ اس کے تخلیق کئے ہوئے چہرے اپنے اصل سے اتنے مختلف ہوتے کہ خود ان کے موڈل بھی انہیں نہ پہچان سکتے۔ وہ انہیں دیکھ کر ہنس دیتے، قہقہے لگاتے اور ان کے نرالے پن پر پھبتیاں کستے ـــ لیوکی کے فن کا مذاق اڑاتے۔ لیکن یہ ردِ عمل

لیوکی کے فنی نظریات کو نہ بدل سکا۔ اور وہ فن کی مقامی دنیا میں ایک عجوبہ بن گیا۔
شہر کے دوسرے فن کار بھی اس کی تصویروں کو دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ لیکن مایوسی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ اس کے فن کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھے۔ اس کی تصویریں ایک ایسے ہیجان کی آئینہ دار تھیں جن سے ان کی اپنی روائتی تعلیم کو کوئی تعلق نظر نہیں آتا تھا۔ لگے بندھے اصولوں کے مطابق سطحی تصویریں بنانے والے ان مصوروں کو لیوکی کی تصویریں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے ان کے نقوش فریاد کر رہے ہیں۔ رنگ اپنے پیرہن کو پھاڑ کر دیوانوں کے مانند کینوس سے باہر نکل رہے ہیں۔ اور مجموعی طور پر وہ تصویریں کوئی ایسا راز کہہ رہے ہیں، زندگی کا کوئی ایسا بھید بتا رہے ہیں جو ان کی سمجھ سے باہر ہے —— ان کی شدت، ان کا خلوص، ان کی اجنبیت ان تماشائیوں کو خائف کر دیتی۔ دل ہی دل میں وہ جانتے تھے کہ لیوکی کے فن میں کوئی بات ضرور ہے۔ اس کی طبیعت داری کے وہ قائل ضرور تھے لیکن وہ اُسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے —— ان کی دنیا میں اس دیوانے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی —— گرفن ہی ایک ایسا شخص تھا جو اس کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا —— کیوں، یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"عجائبات" کی ایک فرم کا سینئر اسسٹنٹ گرفن لیوکی کا ہم عمر تھا —— یہ پتلا دُبلا، بانکا سجیلا، زندہ دل انسان نہ صرف مصوری بلکہ ادبیات، ڈراما، مذہب، سیاست غرضیکہ ہر چیز کا مقامی ماہر سمجھا جاتا تھا جو عوام کے گوناگوں جذبات کے اظہار کا ذریعہ تھی۔ اور جو انگلینڈ سے علیحدگی کی وجہ سے ان کے یہاں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ گرفن جس موضوع پر زبان کھولتا چھا جاتا۔ وہ باتوں اور تقریر کے فن کا ماہر تھا، اس کی

معلومات کی وجہ سے لوگ اس کا احترام کرتے تھے۔ جب کوئی اجنبی ان کے یہاں آتا تو گرفن کی ذات میں اسے ایک اچھا خاصا، انسائیکلو پیڈیا نظر آتا جس میں ہر موضوع موجود تھا..... اسی طرح جب عوام میں کوئی نیا ناول نگار، ڈراما نٹسٹ، شاعر، موسیقار یا مصور پیدا ہوتا تو گرفن چوکنا ہو جاتا اور نہایت ہی خلوص سے اس کے فن کا جائزہ لیتا، اس کی صلاحیتوں کو پرکھتا اور اس کی جبلت کا مطالعہ کرتا اور دیکھتا کہ آیا اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے یا اسے کسی اور کام کا مشورہ دینا چاہئے —— یہ درست ہے کہ اس نے کئی بار اپنے ان اندازوں میں دھوکہ بھی کھایا تھا لیکن وہ یدل نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک اصول پرست شخص تھا، اور اس کا اصول یہ تھا کہ آرٹ کو کس ہپرسی خیرات اور نک چڑھے پن یا دقیانوسی رجعت پسند قدروں سے بچایا جائے اور ہر اس شخص کی حوصلہ افزائی کی جائے جس میں کوئی فنی صلاحیت موجود ہو..... کسی نئے فن کار کی یہی تلاش اسے لیوکی تک لے گئی —— لیوکی کی تصویریں دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔ ان میں اسے ایک ایسا ہیجان نظر آیا تھا جو لیوکی اور اس کے ماحول کی زندگی کی طرح دھڑک رہا تھا۔ ایسے خیالات جن کی جدت گرفن کے لئے ایک نیا تجربہ تھی —— اور گرفن نے محسوس کیا کہ اگر لیوکی کے خیالات میں ہم آہنگی اور ترتیب پیدا ہو جائے، وہ اپنے نظریات کو نظم و ضبط کا قائل کر لے تو وہ بہت بڑا مصور بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے لیوکی کو کتابیں دیں، ادھار دیا، اس کی تصویریں خریدیں، اسے دوسرے مصوروں سے متعارف کیا، اور اس کی حوصلہ افزائی کی۔

گرفن کی وجہ سے لیوکی کی زندگی میں ایک نئی سحر نمودار ہوئی..... لیکن ایک مہینہ گزر گیا مگر یہ سحر اس کی زندگی میں کسی آسائش کا اضافہ نہ کر سکی..... اس کی بیشتر تصاویر

رد کر دی گئیں۔ دوسرے فن کاروں نے اس کے فن کو کھوکھلا، سطحی اور حسن سے خالی بتایا..... اور اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی زندگی کا مقصد ختم ہو رہا ہے۔ .... اس کی امید ٹوٹ رہی تھی.... حوصلے پست ہو رہے تھے.... غربت اور قدر ناشناسی کے باعث اس کی روح میں تخلیق کی چنگاری چمک رہی تھی، بجھا چاہتی تھی لیکن گرفن پھر آڑے آیا

"سنو لیو کی غربت تمہارے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے.... آرٹ سے تم دولتمند نہیں ہو سکتے..... دولت حاصل کرنے کے کئی اور بھی طریقے ہیں۔ اور اگر تم دولت حاصل بھی کر لو تو بھی تمہیں وہ خوشی حاصل نہیں ہو گی جس کا سرچشمہ صرف تخلیق ہے۔ اسی لئے تمہیں دنیاوی کامیابی کے خیال کو بھول جانا چاہئے۔"

"لیکن مجھے زندہ بھی تو رہنا ہے۔" لیو کی نے کہا

"اس کی تمہیں قطعاً کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے۔ تمہیں تو ہر وقت اپنے کام میں مگن رہنا چاہئے۔"

"مگر ایسے کام کا فائدہ؟"

"روحانی خوشی..... تم ایسوں کو مادی مسرت سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ .... کام، فن، خیالات، یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہے...."

اور لیو کی اسی دن سے انہیں خیالات کی تشکیل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کوشش نے اس کی روح میں ایک ناقابلِ بیان ہیجان برپا کر رکھا تھا جو اسے کسی پہلو چین سے نہ بیٹھنے دیتا۔ اور اس ذہنی کشمکش میں اس پر کئی ایسی ساعتیں بھی آتیں جب وہ اپنے سے بد دل ہو جاتا اور سمجھتا کہ اس کا فن سب فریب ہے۔ گرفن نے اس کی صلاحیتوں کا

غلط اندازہ لگایا ہے۔

بے یقینی اس کی زندگی کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ اور بعض اوقات یہ کیفیت اتنی شدید ہو جاتی کہ وہ روح تک کانپ جاتی۔ وہ سوچنے لگتا کہ ایک حسین و لافانی شے فانی جسم میں کیونکر رہ سکتی ہے.....

شیلی کے چلے جانے کے بعد اس کے ذہن میں پھر اسی قسم کے خیالات جاگ رہے تھے۔ اس کے سامنے آتشدان کے سینے سے کوئی تصویر نہیں جھانک رہی تھی۔ اور اس کا ایمان، اس کا عقیدہ، اس کا ارادہ پھر وسوسوں کی بھینٹ چڑھ رہا تھا

معاً اس کی نظریں شام کے اخبار پر پڑیں اور جوؔنی کا تصور اس کے ذہن میں پھر بیدار ہو گیا ——— جوؔنی! ایک زخمی مفرور.....! اب وہ خود جوؔنی بن گیا اور سوچنے لگا کہ وہ زخمی ہے۔ اس نے قتل کیا ہے۔ پولیس اس کا تعاقب کر رہی ہے.....

اندھیری رات... پولیس کے پہرے... یخ بستہ ہوا کے جھونکے..... انتقام کی آوازیں..... جماعت کا نصب العین ——— اور وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ جوؔنی کو ڈھونڈ لے تو شاید زندگی کا وہ معما آپ سے آپ حل ہو جائے جس نے اس کی روح کو بے قرار کر رکھا ہے۔

اس نے ایک اوور کوٹ پہنا، مفلر لپیٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

(۸)

دریا کا پل پار کر کے وہ این سٹریٹ سے ہوتا ہوا وکٹوریہ سٹریٹ کی طرف بڑھا اپنے تصور میں محو، ارد گرد کی دنیا سے بے خود وہ اس تیزی سے جا رہا تھا جیسے کوئی

نہایت ہی اہم کام ہو۔ راستے میں وہ کئی راہگیروں سے ٹکرایا تھا، لیکن وہ اپنے خیالات میں ایسا غرق تھا کہ ان سے معذرت بھی نہیں کر سکا تھا ـــــ لیکن وکٹوریہ سٹریٹ میں لوگوں کی زیادہ آمد و رفت اور شہر کی دوسری آوازوں نے اسے چونکا دیا۔ اور اسے معاً احساس ہوا کہ آج زندگی کی رفتار کچھ خلافِ معمول تیز ہے۔ ایک عجیب قسم کی پراسرار ہماہمی جو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ معاً لوگوں کی ایک ٹولی اس کی طرف بڑھی۔ اس مختصر سے جلوس کے آگے آگے دو سپاہی چل رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر لیو کی کو خیال آیا کہ وہاں سے بھاگ نکلے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکتا سپاہی اس کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اور ان کے پیچھے لوگوں کا ہجوم چلا رہا تھا کہ یہی جوتی کا دست راست ہے! یہی جوتی ہے! یہ بھی.....

"لیو کی!" پولیس کے سپاہی نے اس کی شناخت کا کارڈ دیکھتے ہوئے کہا

جلوس مایوس ہو گیا۔ اور یہ مایوسی پھر ایک مبہم شور کی شکل اختیار کر گئی..... اور لیو کی سمجھ گیا کہ انتقام اپنا شکار نہ ملنے پر تلملا رہا ہے، غرا رہا ہے، پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

"اگر میں جوتی ہوتا تو یہ مجھے مار ڈالتے۔ میری تکا بوٹی کر ڈالتے۔" لیو کی نے اپنے آپ سے کہا

اس خیال سے لیو کی کو یوں محسوس ہوا جیسے انتقام کی آوازیں اور بلند ہو گئی ہیں۔ ..... لوگوں کی ٹولیاں، ٹریفک کی آوازیں، سپاہیوں کے گشتی گروہ، ہر چیز، ہر شخص ہر آواز انتقام کے لئے پکار رہی تھی۔

ہوا اور تیز ہو گئی اور لیو کی کو یوں لگا جیسے ہوا کے یہ تیز و تند جھونکے بھی جوتی کو تلاش کر رہے ہیں۔ اپنی یخ بستہ انگلیوں سے تاریکیوں کا سینہ چیر کر وہ

جوؔنی کی جستجو میں دیوانہ وار مصروف ہیں ـــــ تنگ تاریک گلیوں، اندھیرے ڈربوں اور کشادہ سڑکوں پر وہ مجرم کی جستجو میں شکاری کتوں کی طرح سرگرداں ہیں، چیخ رہے ہیں۔ بھونک رہے ہیں۔ اور وہ سوچنے لگا" اگر جوؔنی کی جگہ میں ہوتا تو میرا بھی یہی حشر ہوتا۔"

اسی تصور سے جوؔنی کے لئے اس کی ہمدردی اور شدید ہوگئی۔ اور سپاہیوں کی متجسس نگاہوں، لوگوں کے دیوانے چہروں اور انتقام کی آوازوں نے اُسے ڈرا دیا اور اس کے قدم پھر آگے کو بڑھے.....

لیکن میکدے میں بھی وہی باتیں ہو رہی تھیں۔ ہجوم ہر جگہ ہم آواز تھا ـــ لیوکی کی روح کو ایک ضرب سی لگی۔ میکدے کے دروازے میں اس کے قدم آپ سے آپ رُک گئے جیسے کوئی سنگِ گراں راستے میں آگیا ہو یا سر پہ پہاڑ گر پڑا ہو ـــ ـــ سانسوں، جسموں اور بیئر کی بُو اور وہ خوفناک آواز جس کا ہر سُر انتقام کا راگ الاپ رہا تھا۔ ایک زخمی مغرور کے خون کے لئے پکار رہا تھا۔ لیوکی بوکھلا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ آگے بڑھے یا لوٹ جائے۔ اور اس شش و پنج کے عالم میں وہ دروازے میں کھڑا خالی نگاہوں سے میکدے کے ہجوم کو تک رہا تھا ـــ معاً فینسی اس کی جانب بڑھا

"یہ کمرہ خالی نہیں" اس نے نمبر ۱ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

لیکن لیوکی نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے

"میں کہتا ہوں یہ کمرہ خالی نہیں" فینسی کی آواز پھر بلند ہوئی، اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ لیوکی کی جانب بڑھا، اور لیوکی لڑکھڑاتا ہوا ایک اور کمرے کے سامنے آرُکا

بیرے نے دروازہ کھولا تو سامنے گرفن بیٹھا تھا

(۹)

گرفن لیوکی کے مزاج سے واقف تھا لیکن اس کی بوکھلاہٹ پر وہ بھی چونک پڑا۔ لیوکی کے بال پریشان تھے، سر جھکا ہوا تھا جیسے اس کے کندھوں پر کوئی بھاری بوجھ پڑا ہوا تھا، اور اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے آثار ہویدا تھے۔

"کیا بات ہے لیوکی، تم اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہے ہو۔ خیریت تو ہے؟"

گرفن نے پوچھا

لیکن لیوکی کے کان دوسری آوازیں سن رہے تھے۔ میکدے کے اندر قہقہوں اور شور کی آوازیں۔ میکدے کے باہر انتقام کی پکار۔ اور یہ سب آوازیں ہم آہنگ ہو کر گویا عفو و درگذر، عقل و خرد اور تہذیب و انسانیت کو دعوتِ مبارزت دے رہی تھیں۔ اس شور کی وحشت اور درندگی قاتلانہ ارادوں سے لہراتی ہوئی تلواروں کی طرح چمک رہی تھی اور لیوکی کے ذہن میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ اس سے بچنا محال ہے۔ اور اس خیال نے لیوکی کے چہرے کو خوف و ہراس، مایوسی اور نا امیدی کا ایک ایسا نقاب پہنا دیا تھا جس کے نقوش نے گرفن کو بھی بے چین کر دیا۔ اس عجیب و غریب فن کار کو گرفن نے ایک ایسی راہ پر لگایا تھا جو سب سے جدا تھی، اور لیوکی کو اپنی ذمہ داری سمجھتا تھا۔

"کیا ہوا لیوکی؟" اس نے دوبارہ دریافت کیا

معاً لیوکی کو خیال آیا کہ دنیا میں حسن اور سچائی کے بجائے نفرت، درندگی، جہالت ہوس اور بربریت کا سکہ چلتا ہے..... اور وہ سوچنے لگا کہ بدصورتی اور بدی کی

ان اقدار کے بجائے اگر انسان کو حسن و محبت اور سچائی سے مانوس کیا جا سکے تو دنیا امن و امان کا گہوارہ بن جائے ـــــ لیکن حقیقت اس کے آدرش کا منہ چڑھا رہی تھی۔ معاً لیوکی کی آواز بلند ہوئی

"مسٹر گرفن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ہم مہذب ہیں یا وحشی۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے درندے، کیا یہی خدا کا شاہکار ہیں۔ یہ وحشی انسان، خدا کا بھی وجود ہے یا صرف انسانوں ہی کی دنیا ہے جسے تہذیب و تمدن سے کوئی سروکار نہیں..... میں پوچھتا ہوں مسٹر گرفن کہ یہ دنیا کدھر جا رہی ہے، انسانیت کدھر جا رہی ہے؟"

"دنیا ترقی کر رہی ہے میرے دوست" گرفن نے جواب دیا "اور انسانیت بھی ترقی کر رہی ہے۔ تہذیب و تمدن کی طرف جا رہی ہے۔ کل کائنات ارتقاء کی منازل سے گزر رہی ہے۔ اور انسان بھی کائنات کا ایک جزو ہے۔"

"اعتبار نہیں آ رہا" لیوکی نے کہا "اور آئے بھی تو کیسے۔ موسےٰ کے قوانین اب تک مروج ہیں۔ اگر انسان واقعی مہذب ہو گیا ہے تو ان قوانین کی ضرورت ہی نہیں انسان اب تک وہی وحشی کا وحشی ہے جو ان قوانین کو توڑتا رہتا ہے، اسی لئے قوانین بھی موجود ہیں ـــــ انسان نے لکھنا پڑھنا تو سیکھ لیا ہے لیکن وہ ابھی تک پڑھا لکھا نہیں کہلا سکتا۔ اسے کپڑے پہننا بھی آ گئے ہیں۔ اس نے عوام کے لئے کچھ موسیقی اور مصوری بھی تخلیق کر لی ہے۔ وہ سائنس سے بھی آگاہ ہو گیا ہے، لیکن اس کی درندگی بدستور قائم ہے۔ ذرا سائنس ہی کو لیجئے۔ کیا کیا ہے سائنس نے، یہی نا کہ انسانوں کو ذرا زیادہ سلیقے اور زیادہ قابل اعتماد اور یقینی طور پر مارا جا سکتا ہے۔

یہی نا! نہیں نہیں، ترقی کے بجائے انسان یقیناً تنزل کی طرف جا رہا ہے۔ بیسویں صدی کے انسان کی خونیں داستانیں ازمنۂ قبل از تاریخ کے انسانی کارناموں کو بھی شرماتی ہیں ——— میں پوچھتا ہوں کہ ترقی اسی کا نام ہے۔ کیا اسی کو انسانی ارتقاء اور تہذیب و تمدن کا نام دیا جا رہا ہے؟"

گرفن مسکرا پڑا:

"لیکن اس پر بھی تو غور کرو لیو کی کہ وقت کے اتھاہ سمندر میں کائنات کا جزو ہے ہیں ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے ——— زمانوں میں بیکراں وسعتیں بھی ایک ساعت ——— جیسے جیسے وقت گزرتا جائے ہم یقیناً ترقی کرتے جائیں گے۔ اور ایک زمانہ وہ بھی آئے گا جب ہم واقعی خود کو مہذب کہلانے کے حقدار ہونگے۔"

"نہیں مسٹر گرفن ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہم واقعی ترقی کر رہے ہیں ——— مجھے تو بعض اوقات یہ خیال بھی آتا ہے کہ انسان دل ہی دل میں خدا کا بھی قائل نہیں ——— ذرا نازی جرمنی ہی کو لیجئے۔ وہاں خدا کا کیا حشر ہوا! اور یورپ میں "مہذب انسان" نے کیا کچھ تباہی نہیں مچائی ——— اور وہ تو خیر دور کی باتیں ہیں۔ اِس شور کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"انسان ایک زندہ دل اور طبّاع جانور ہے لیو کی۔ اسے شور مچانے میں مزا آتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں نہیں! یہ اس کی زندہ دلی کی آواز نہیں ہے ۔ یہ انتقام کی آواز ہے جو جوئی کی جستجو میں سرگرداں ہیں۔ ہر جگہ ہر مقام پر اسی کی باتیں ہو رہی ہیں ——— وہ قاتل ہے۔ اس نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اور اس کا ہر بھائی اس کی جستجو میں

ہے تاکہ قتل کا بدلہ قتل سے لیا جائے ۔ کیوں؟ اس لئے ہر انسان دل ہی دل میں ایک مجرم ہے ۔ وہ کون سا جرم ہے جو ایک آدمی کر سکتا ہے اور دوسرا نہیں کر سکتا آج اس شہر کا ہر شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ جرم خود اس کے ہاتھوں بھی سرزد ہو سکتا تھا۔ اس احساس نے اس میں جرائم کی صلاحیتوں کو جگا دیا ہے، اور ان سے بچنے کے لئے وہ خون کا بدلہ خون سے لینا چاہتا ہے —— جونی اپنے تمام بھائیوں کی مجرمانہ ذہنیت کا کفارہ ادا کر رہا ہے۔"

گرفن خاموش بیٹھا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تہذیب و تمدن اور انسانیت کے بارے میں لیوکی کے عجیب و غریب انکشافات نے اس کے اپنے عقائد میں رخنے ڈال دیئے ہیں۔ اور اس کی غلط اقدار کے کھنڈروں پر حقائق کا خوفناک طوفان برپا ہے ..... اس احساس سے وہ مسکرا پڑا:

"ہوں! ....."

"مسٹر گرفن اگر جونی مجھے مل جائے تو شاید اس کی آنکھوں میں مجھے حقیقت کی سچائی کی وہ کرن مل جائے جس کی مجھے تلاش ہے —— ایسے میں اس کی تصویر ..."

"تم درست کہتے ہو لیوکی" گرفن نے اس کی تائید کی۔ "نہ جانے اس کی آنکھوں میں کتنے خوفناک راز دفن ہیں۔ خوفناک ....."

"تجھ میں ان کا سامنا کرنے کی ہمت ہے مسٹر گرفن —— میں ان سے نہیں ڈروں گا —— یہ درست ہے کہ یہ ایک نہایت ہی خوفناک تجربہ ہوگا۔ لیکن میں اسے تصویر میں منتقل کروں گا۔"

اس کی آواز دفعتاً سرگوشیوں میں ڈوب گئی۔ شیل کہتا ہے کہ وہ زندہ

ہے۔ جن جمی نے اس سے کہا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اگر یہ درست ہے مسٹر گرفن تو وہ روحِ انسانی کے کیا کیا راز نہیں بتا سکتا۔ اس نے شہر کا شور سنا ہے۔ انتقام کی پکار سنی ہے۔ بربریت اور درندگی کی آواز سنی ہے اس نے۔ اس کی روح میں نہ جانے کیا کیا بھید بھرے ہوں گے۔ کاش وہ مجھے چند گھنٹوں کے لئے صرف چند گھنٹوں کے لئے مل جائے۔ تاکہ میں اس کی روح سے، انسانی روح کے راز کینوس پہ منتقل کر سکوں!"

(۱۰)

جب لیو کی گرفن سے باتیں کر رہا تھا تو میکدے کا دروازہ کھلا اور شیل ایک خالی پنجرہ لئے کمرہ ۱ کی طرف بڑھا۔ فینسی نے اسے دیکھ لیا اور اس کی طرف یوں لپکا جیسے دھکے دے کر باہر نکال دے گا۔ شیل سہم گیا لیکن اس نے دیکھا کہ اس کے قریب پہنچنے تک فینسی کے چہرے پہ جو غیض و غضب کے آثار نمودار ہوئے تھے غائب ہو گئے

"یہ کمرہ خالی نہیں"۔ فینسی نے شیل کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں کیا پیو گے؟ بیرا!....."

بیرے نے بیئر کا گلاس شیل کے سامنے کاؤنٹر پہ رکھ دیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب وہ بل ادا کرتا ہے۔ لیکن شیل نے یوں ظاہر کیا گویا وہ اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ اس پر فینسی نے جو شیل کا مقصد جان چکا تھا بیرے کو اشارہ کیا کہ جائے۔ وہ جانتا تھا کہ جوفی اس سے چند قدم کے فاصلے پر موجود ہے اور وہ

شیل کی فطرت سے بھی آگاہ تھا۔ اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ چپکا ہو رہے۔ مگر اسے خیال آیا یہ خاموشی کہیں اس کا بھید نہ کہہ دے۔ چنانچہ محض بات کرنے کی خاطر اس نے شیل کے ہاتھ میں خالی پنجرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ کیا ہے؟"

"پنجرہ! - دیکھ نہیں رہے؟"

"خالی! پنچھی کو کیا ہوا؟"

"اڑ گیا!"

اتنے میں کچھ اور لوگ آ گئے۔ شیل کا خالی پنجرہ ان کے لئے بھی دلچسپی کا باعث تھا..... فینسی نے موقع غنیمت جانا اور نمبر ۱ کے قریب کاؤنٹر کے پاس آ گیا

"پنچھی کہاں ہے؟" ایک نے پوچھا

"مر گیا" شیل نے جواب دیا۔ "شراب پی اور ہنستا ہنستا مر گیا۔"

لیکن فینسی دیکھ رہا تھا کہ شیل کی نگاہیں بار بار اس سے کچھ کہہ رہی ہیں۔ جیسے وہ اس سے علیحدگی میں کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اُس سے ڈر رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے شیل اس کا بھید جان گیا ہے..... شیل کی نگاہیں تیروں کی طرح اس کے جسم میں گڑی جا رہی تھیں۔ اور اس کا دل جو خوف کے خیالات سے نا آشنا تھا کسی زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا..... خالی پنجرے کی اہمیت کے احساس سے فینسی کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ اور وہ از خود شیل کے قریب سرک آیا۔

"ہاں۔ تو پنچھی اڑ گیا۔"

"ہوں۔ اڑ گیا!"

"چہ چہ۔ افسوس ہے۔ بہت افسوس ہے۔"

"ڈھونڈ رہا ہوں اب!"

"کیسا تھا؟" فینسی نے پوچھا

"بایاں بازو، یعنی کہ پر زخمی تھا۔"

"اور تم سمجھتے ہو کہ اس اندھیرے میں تم ڈھونڈ نکالو گے۔" فینسی نے جیسے شیل کو اپنی طاقت سے مرعوب کرنے کے لئے کہا۔ ایک لمبا سانس لیا۔ شانے چوڑے کئے اور چھاتی پھیلائی۔ "اس اندھیرے میں تم اسے کہاں دیکھو گے دوست؟"

"بس دیکھتے رہو۔ میں تو اسے قریب قریب ڈھونڈ بھی چکا ہوں۔"

"ہوں؟" فینسی چونک پڑا

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ اس سے پہلے کہاں تھا۔ اس وقت کہاں ہے!"

"تو پھر تم جاتے کیوں نہیں۔ پکڑ کیوں نہیں لیتے؟"

"مناسب موقع کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اگر تم نے جلدی نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ..... مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارا پنچھی تمہیں مل بھی گیا تو کیا کرو گے اس کو؟"

"بیچوں گا!"

Taj Tahir Foundation

"مگر وہ تو زخمی ہے۔"

"دام آئیں گے پھر بھی!۔ انعامی پرندہ ہے انعامی۔ ہزاروں کا ہے۔ ہزاروں کا۔"

اس کی نگاہیں فینسی کی روح میں ہر اس مقام پر کچوکے دے رہی تھیں جہاں فینسی کی کمزوریاں پوشیدہ تھیں۔ فینسی ان نگاہوں کی زد سے ہٹ گیا اور کاؤنٹر پر پڑے ہوئے ایک کارگ سے کھیلنے لگا۔

"اور جو پنچھی نہ ملا! پھر کیا کرو گے؟"

"پھر؟ ——— پولیس! پھر پولیس مسٹر فینسی۔"

فینسی خاموش تھا۔ معاً اس نے ایک آہ بھری۔ کارگ چھوڑ دیا اور کندھوں کو جھٹکتے ہوئے کہا:

"میں تمہاری کامیابی کے لئے دعا کروں گا۔"

"لیکن میں پوچھتا ہوں مسٹر فینسی، کیا تم میرا ہاتھ نہیں بٹاؤ گے؟" نیل نے دفعتاً چونک کر کہا

فینسی کا چہرہ اتر گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں تیرنے لگیں ——

نیل کا خوف، پولیس کا خوف، جونی کے ساتھیوں کا خوف!!

عین ایسے میں نمبر ۱ سے ہلکی سی کراہنے کی آواز بلند ہوئی اور قبل اس کے کہ اس کی نوعیت پر غور کیا جا سکتا ایک درد بھری چیخ بن گئی۔ اور پھر ایک نعرہ مبارزت بن کر میکدے کی فضاؤں پر چھا گئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے انسان کی ناقابل تسخیر لیکن زخمی روح قضا و قدر کی طاقتوں کو لڑنے کی دعوت دے رہی ہے

مے خوار چونک پڑے
لب گنگ ہو گئے
حرکت میں ہاتھ ساکت ہو گئے
کئی نگاہیں بہ یک نمبر ۱ کی طرف اٹھیں۔ لیکن آواز ڈوب گئی اور معاً ایک گلاس
کا چھنا کا فضاؤں میں بکھر گیا
میکدہ پھر قہقہوں سے لبریز ہو گیا
"شرابی ہے یارو"
"زیادہ پی گیا ہے"
اور شراب خانہ ایک بار پھر قہقہوں، ہچکیوں، بے سُرے گانوں کی تانوں اور
الفاظ کے زیر و بم سے معمور ہو گیا
اس وقت گرفن کے کمرے کا دروازہ کھلا اور لیو کی نمودار ہوا۔ اس کی نگاہیں
شرابیوں کی ٹولیوں کا جائزہ لیتی ہوئیں شیل سے ٹکرائیں، اور وہ کسی شکاری کی طرح
جس کا کھویا ہوا شکار اسے پھر مل گیا ہو شیل کی طرف لپکا، اور شیل پر گھونسوں اور
تھپڑوں کی بارش ہونے لگی۔
شرابیوں کو ایک تماشا مل گیا۔ لیکن دیکھتے دیکھتے تماشائی بھی اس کھیل کے کردار بن گئے۔
گلاس ٹوٹنے لگے
بوتلیں پھٹنے لگیں
فرنیچر ٹوٹنے لگا
عورتیں چیخنے لگیں

Taj Tahir Foundation

مرد کراہنے لگے

"آلاتِ حرب" پرندوں کی طرح اڑ رہے تھے، اور یوں دکھائی دیتا تھا جیسے فینسی کا مستقبل، ابھی کانچ کے ٹکڑوں اور لکڑی کا ڈھیر ہو کر رہ جائے گا

دفعتاً لیوکی کے مورچے سے شور بلند ہوا

شیل لیوکی کی گرفت سے نکل کر بھاگا

لیوکی اس کے پیچھے لپکا لیکن اس کا پاؤں خالی پنجرے سے اُلجھ گیا اور وہ گر پڑا

اب لیوکی کی باری تھی

شراب خانے کے خدمت گاروں نے اسے مضبوطی سے جکڑ لیا

"اسے گودام میں لے چلو" فینسی نے کہا۔ اور پھر دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر "اگر آپ لوگوں نے شرافت سے کام نہ لیا تو مجبور ہو کر مجھے پولیس کو اطلاع کرنا پڑے گی....."

"امید ہے کہ تم لیوکی کو.... میرا مطلب ہے معاف کر دو گے" گرفن نے اپنے فن کار کی سفارش کی۔

"معافی! ذرا دیکھو تو مسٹر۔ میرے نقصان کا بھی اندازہ کرو۔ اور یہ پہلا نہیں دوسرا موقع ہے۔ پہلی بار تو میں نے تمہاری بات مان لی تھی لیکن اب کے ——"

تاہم مجھے امید ہے کہ تم زیادہ سختی سے کام نہیں لوگے۔ چاہے کچھ بھی ہو وہ ایک آرٹسٹ ہے۔"

"آرٹسٹ، اونہہ! اور میرے نقصان کا کون ذمہ دار ہے مسٹر!"

فینسی نے دیکھا کہ ہنگامہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ جا چکے ہیں۔

کچھ جا رہے ہیں اور وہ سینئر بارمین کو کمرہ ۱ پر نگاہ رکھنے کی تلقین کر کے گودام کی طرف بڑھا.....

لیوکی شراب کے ایک پیپے پر سرنگوں بیٹھا تھا

"تھک گئے؟۔ اونہہ!" فینسی نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا

لیکن لیوکی نے خاموشی سے منہ موڑ لیا

"اطلاعاً عرض ہے کہ آج حضور نے دو سو بیس پونڈ کا نقصان کیا ہے۔ پچھلی مرتبہ تو میں نے جانے دیا تھا لیکن اب کے مشکل ہے۔"

لیکن لیوکی خاموش رہا

میں جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میرے پاس دو سو بیس پونڈ کہاں۔"

"اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی نہیں ہے..... مجھے افسوس ہے کہ اس بار مجھے پولیس کو اطلاع کرنا پڑے گی۔"

"لیکن اس کا فائدہ؟" لیوکی نے پوچھا

"قید۔ نقصان پورا کر دیا جیل کی ہوا کھاؤ۔"

"دو سو بیس پونڈ! میں فن کار ہوں فینسی شراب فروش نہیں ہوں۔"

"تو چھ ماہ تک بڑا گھر۔"

"میرا ہاتھ تنگ ہے آج کل۔"

"میں مجبور ہوں۔"

"بہتر، تو جاؤ پولیس کو لے آؤ۔"

"کال کوٹھڑی میں چھ ماہ! ذرا سوچ لو۔"

"سوچ چکا ہوں۔ جاؤ۔ انتظام لو۔"

"انتظام! یہ تم سے کس نے کہا۔ میں انتظام لینے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"تو؟"

"میں سوچ رہا ہوں..... ہوں۔ دو سو بیس پونڈ۔ چھ ماہ قید یا ایک اور تجویز ——"

"متلور ہے۔" لیوکی نے جواب دیا "لیکن اس کی تفصیل؟"

"وہ بھی معلوم ہو جائے گی۔"

اور اس نے اپنے ایک ملازم کو آواز دی

"ہیوگی یا بلی کو ٹیلیفون کرو اور کہو کہ ایک بند گاڑی لے کر فوراً آئے۔"

جب فینسی اور لیوکی گودام سے نکل کر اوپر آئے تو آخری گاہک رخصت ہو رہے تھے۔ اور ہنگامہ کے بعد خدمت گاروں کے قدموں کی گونج ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھی، تھوڑی دیر میں آخری گاہک بھی رخصت ہو گیا۔

فینسی لیوکی کو بازو سے کھینچتا ہوا نمبر ۱ کی طرف لے گیا

دروازہ کھلا

لیوکی ٹھٹھک گیا:

"جونی!"

"ہاں۔ جونی۔" فینسی نے مسکراتے ہوئے کہا "جونی!"

× × × × ×

(۱۱)

"گاڑی ابھی آیا چاہتی ہے ....." فینسی نے کہا

"گاڑی ؟" لیوکی نے پوچھا

"ہاں۔ گاڑی۔ تمہارے اور جونی کے لئے۔"

"میں سمجھ نہیں سکا۔"

"جس تجویز کا میں نے ذکر کیا تھا اسی سلسلے میں۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد جونی تمہاری ذمہ داری میں ہے۔"

"لیکن میں۔ اسے کہاں لے جاؤں گا۔"

"اتار دینا کہیں۔ کہیں سائے میں۔ کسی سڑک پر۔ کسی اندھیری گلی میں۔"

"لیکن ——"

"لیکن ویکن کچھ نہیں —— انکار کی صورت میں تمہیں دو سو بیس پونڈ ادا کرنے ہوں گے۔ یا پھر جیل کی ہوا کھانا پڑے گی۔"

"مگر پولیس ——"

"یہ ہم جانو۔"

لیوکی سوچ میں کھو گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ یہ سودا اسے قبول ہے۔ قید سے بچنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے فن کی خاطر۔ درد و کرب میں مبتلا انسان کا راز جاننے کی خاطر۔ زندگی کے معمے کا حل جاننے کے لئے.....

× × × × ×

Taj Tahir Foundation

(۱۲)

شیلی کا کمرہ لیوکی کے سٹڈیو کے عین اوپر تھا ——— ایک اچھا خاصا کباڑخانہ جس میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پرانی کتابیں۔ پرندوں کے پنجرے۔ میزوں کرسیوں اور کاؤچوں کے باقیات۔ لوہے کے زنگ آلود پرزے۔ پیچ۔ کیل۔ چابیاں۔ تالے اخباروں کے پلندے۔ لیوکی کی روکی ہوئی تصویریں..... کمرے کی ہر چیز شیلی کی بے مقصد زندگی کی آئینہ دار تھی۔ اس کے خیالات کی طرح پریشان، مقدر کی طرح گرد آلود اور فطرت کی مانند حقیر۔

یہ ایک گھونسلا تھا، ایک بل تھا جس میں شیلی اپنی بے مقصد زندگی کے دن بسر کر رہا تھا ——— ایک ایسا غار جس کی دھندلی گہرائیوں میں وہ اپنی آرزوؤں کے جال بُنا کرتا اور اپنے "مقبوضات" کو دیکھ دیکھ کر اپنی حریص طبیعت کو بہلا دے دیتا۔

فینسی کے شراب خانے سے بھاگ کر اس نے یہیں پناہ لی تھی۔ اور اپنے گرد آلود بستر میں بیٹھا اپنی چوٹوں کو سہلا رہا تھا۔

اس سے پہلے بھی وہ کئی بار لیوکی کے ہاتھوں پٹ چکا تھا اور ہر بار اس نے اپنے ساتھی کو معاف کر دیا تھا۔ لیکن اب کے حالات مختلف تھے۔ اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ تمام ضربیں اس کی روح پر پڑی ہیں اور اس کے اندر کوئی چیز گم ہو گئی ——— ملکیت کا وہ جذبہ جو اس کی زندگی کا جزو تھا جیسے ایکا ایکی مر گیا ہے۔ اس کی زندگی کا سرچشمہ سوکھ گیا ہے۔ اور اس طاقت کے بجائے جو اسے لئے لئے پھر رہی تھی اب اس کی روح میں صرف

ایک خلا باقی رہ گیا ہے۔

وہ سہم گیا۔ سمٹ گیا۔ کراہنے لگا! معاً اسے بوڑھے پادری کا 'انعام' یاد آیا۔ انعام جو دولت سے بہتر تھا۔ انعام جس نے اس کی زندگی میں غیر متوقع طور پر ایک مقصد پیدا کر دیا تھا ـــــ لیکن اب۔ اب کہاں۔

امید ٹوٹ گئی۔ وہ آہیں بھرنے لگا

لیوکی کے سٹڈیو میں قدموں کی چاپ نے اسے اپنے خیالات سے چونکا دیا۔ اور اس کا ہارا ہوا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

وہ اُٹھا۔ احتیاط سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ دبے پاؤں اوپر پہنچا اور سٹڈیو کے باہر اندھیرے میں کھڑا ہو کر چوروں کی طرح اندر جھانکنے لگا۔

لیکن ٹوبر کو دیکھ کر اس کے اندیشے دور ہو گئے۔

ٹوبر آتشدان کے سامنے بیٹھا ایک بڑا سا پیکٹ کھول رہا تھا ـــــ بھنی ہوئی مچھلی کو دیکھ کر شیل اندر آ گیا

"اُف کس قدر سردی ہے۔" شیل نے کہا

لیکن ٹوبر کچھ نہ بولا۔ اُس کا جبڑا بار بار کھل رہا تھا اور بند ہو رہا تھا..... مچھلی ختم ہو گئی اور شیل دیکھتا رہ گیا۔

"اوہ مجھ غریب کے لئے۔ ایک ایک کانٹا بھی نہیں چھوڑا ٹوبر۔ اور بھوک سے میری جان نکلی جا رہی ہے ٹوبر۔"

شیل اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ لیوکی کی طرح وہ اپنے اس ساتھی سے بھی ڈرتا تھا۔ ٹوبر کی آنکھوں میں بعض اوقات ایک ایسی پراسرار چمک پیدا ہو جاتی

تھی، جولیو کی کے تھپڑوں سے زیادہ خطرناک تھی۔ اور نیل اس کی آنکھوں ہی سے اس کے مزاج کو پہچانا کرتا تھا ـــــ اب بھی اسے ان آنکھوں سے ڈر لگ رہا تھا جواب تک اس کی جانب نہیں اٹھی تھیں ـــــ معاً ٹوبر کا ہاتھ اپنے اوورکوٹ کی جیب میں گیا اور اس نے مچھلی کا ایک اور پیکٹ نکالا

نیل کی آنکھیں چمک اٹھیں

"یہ تمہارے لئے ہے" ٹوبر نے کہا

نیل نے ہاتھ بڑھایا

"ابھی نہیں" ٹوبر نے کہا "پہلے چاء تیار کرو"

"ضرور ضرور..... ابھی لو ابھی..... فوراً..... چاء....."

نیل نے چاء کی کیتلی آگ پر رکھی۔ پیالیاں صاف کیں اور آگ کے قریب آبیٹھا ... لیکن ٹوبر نے دیکھا کہ وہ غیر معمولی طور پر بے چین نظر آرہا ہے۔ جیسے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"ہوں! ـــــ کیا بات ہے؟"

"میں بوڑھے پادری کے پاس گیا تھا ٹوبر ـــــ مشورہ لینے ـ اپنے پچھی کے بارے میں۔ لیکن لیوکی بگڑ گیا۔ بری طرح"

ٹوبر چونک پڑا:

"کمینے ـــ رذیل ـــ!"

"مگر سنو تو ٹوبر۔ میں کہتا ہوں پوری بات تو سن لو"

"پنجرے میں زخمی پرندہ اور شہر میں زخمی مفرور" ٹوبر بھڑک اٹھا "میں سب

سمجھتا ہوں کتے کمینے ـــــ سودا ـ انعام ـ"

"مگر مجھے بھی تو جینا ہے میرے دوست!"

"تم نے پادری سے کتنے دام مانگے تھے اس کے عوض"

"کچھ بھی تو نہیں ٹوبر! پادری کو معلوم تھا کہ میں پولیس کو جوتی کا پتا دے کر دو ہزار کا انعام حاصل کر سکتا ہوں....."

"تم ـ تم کتنے کمینے ہو شیل ـ ذلیل، رذیل"

"مگر میں نے ـ کوئی ـ ایسی حرکت نہیں کی ٹوبر ـ میں تو صرف مشورہ لینے گیا تھا یعنی کہ بتانے گیا تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے ـــــ تم جانو مجھے بھی کسی نہ کسی طرح جینا ہے لیکن بوڑھے پادری نے کہا کہ اس کے پاس "ایمان" کے سوا اور کچھ نہیں ہے ـ اور وہ کہنے لگا کہ ایمان سے ایسے ایسے معجزے ہوتے ہیں کہ کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتے لیکن اب مجھے وہ بھی نہیں مل سکتا ـ ایمان"

"لیکن تمہیں کیونکر معلوم ہے کہ جوتی کہاں ہے؟"

"جس بچی سے مجھے راستے میں ملا تھا اور اس نے کہا تھا کہ جوتی یہیں کہیں راستے میں ہے قریب ہی ـ اس سے پہلے میں پادری سے مل چکا تھا..... اور پھر میں سوچنے کے لئے یہاں چلا آیا..... اس کے بعد بچی کی تلاش میں نکلا....."

"کہاں، کدھر، کس جگہ؟"

"فینسی کے ہاں ٹوبر ـ وہیں تھا جوتی"

"کمینہ ـــ گیدڑوں اور چوہوں اور کتوں کی طرح سونگھتا پھرتا ہے کہ دو ٹکڑے کہاں ملیں گے ـــ"

Taj Tahir Foundation

"میں سچ کہتا ہوں، جوتی وہیں تھا۔ فینسی کے ہاں ——— میں نے اس کی آواز بھی سنی لیکن لیوکی نے مار مار کر میری جان ہی تو نکال دی ——— یہ دیکھو! میرا دانت ٹوٹ گیا ہے....."

"تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کمینے۔ کتے!!"

"لیکن اب تو نہ مجھے میرا انعام ملا ہے نہ لیوکی کو اس کا موڈل۔ اور نہ اس لڑکی کو جو بوڑھے پادری کے یہاں آئی ہوئی تھی اس کا جوتی۔"

"لڑکی، موڈل! کیا بک رہے ہو تم؟"

"ایک لڑکی بھی آئی ہوئی تھی نا پادری کے یہاں۔ وہ بھی جوتی کو ڈھونڈ رہی تھی۔"

"ہوں ——— اور لیوکی کا موڈل؟"

"لیوکی جوتی کی تصویر بنانا چاہتا تھا نا، اور مجھ سے کہہ رہا تھا کہ جاؤ اسے ڈھونڈ کر لاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"ہوں، تو یہ بات ہے! تمہارا انعام گیا۔ لیوکی کا موڈل گیا اور لڑکی کا محبوب گیا۔ اب سمجھا۔"

"میرا انعام، ایمان ——— یہ ایمان کیا ہوتا ہے ٹوبر؟ کیا مطلب ہے اس کا؟"

(۱۳)

"ایمان کیا ہے؟"

یہ سوال ٹوبر کی زندگی کے خرابے سے کسی طوفان کی طرح ٹکرایا اور اس کی بجھی ہوئی امیدوں کو پھر مشتعل کر گیا۔ اور ٹوبر کی نگاہوں کے سامنے پھر کئی حسین خواب

جاگ اٹھے ـــ لیکن یہ کیفیت لمحی تھی۔ آئی اور گزر گئی جس کے بعد پھر وہی ٹوبر تھا اور وہی اس کی زندگی کے کھنڈر..... لیکن شیل کو دیکھ کر اس کی ڈھارس بندھ گئی شیل اس کے سامنے بیٹھا بڑے انہماک سے کھانے میں مشغول تھا ـــ ایک حقیر، غریب، اچھوت اِنسان، کائنات کا ایک ناقابلِ توجہ مظہر!!! ـــ لیکن اس میں کتنی زندگی تھی! جینے کی کتنی خواہش تھی! ـــــ وہ زندہ تھا!! ـــــ اور اس خیال سے کہ جن گہرائیوں میں شیل گرا ہوا تھا زندگی میں اس سے بھی زیادہ پستیاں موجود ہیں، ٹوبر کا دل پھر سنبھل گیا اور وہ سوچنے لگا کہ شیل کی موجودگی اس کے لئے کس قدر ہمت افزا ہے۔

ٹوبر زندگی کے تینتالیسویں سال میں تھا۔ اور گزشتہ سترہ برس سے ایک جفاکش مزدور کی زندگی بسر کر رہا تھا جس کا معاوضہ اس کا پیٹ بھرنے کو کافی تھا۔ اور جس کی تھکن گہری نیند کی ضامن تھی ـــــ نیند جو اس کی ناکامیوں کو جلا دیتی اور ہر صبح اس کے جی میں ایک موہوم امید بیدار کرتی کہ شائد آج کا دن اس کی زندگی میں کسی خوشگوار خبر، کسی معجزے کا پیامبر ہو۔ کوئی غیر متوقع خوشی دکھائے ـــــ لیکن دل ہی دل میں وہ خوب جانتا تھا کہ اس امید کی حقیقت کیا ہے۔ یہ معجزہ کبھی ظہور پذیر نہیں ہوگا ـــ اپنے تجربات کی دنیا میں اسے کئی ایسے ماہ و سال نظر آئے تھے جن میں قدم قدم پر اس کی ذہنی اور روحانی صلاحیتوں کے لئے پنپنے کے مواقع تھے۔ ان دنوں وہ خود کو کسی بلند پہاڑ کی چوٹی پر محسوس کرتا اور اس کے سامنے زندگی کی نت نئی وسعتیں نمودار ہوتیں، کامرانی کے نت نئے منظر اُبھرتے۔ آرزوؤں کی تکمیل کے نت نئے خواب نظر آتے ـــــ وہ طب کا ایک ہونہار طالب علم

تھا، اور اسے اپنے نصب العین پر پورا پورا بھروسا تھا۔ لیکن ایک چیز اُسے لے ڈوبی ایک کمزوری نے اسے کہیں کا نہ رکھا۔

آج بھی کبھی کبھی اس کی چشمِ تصور میں ایک چہرہ ابھر آتا اور کانوں میں ایک آواز رس گھولنے لگتی جو اس کے اور اس کے آدرش کے درمیان کسی خواب کی طرح حائل ہو گئی تھی، اور جس کی خواہش نے اسے سب کچھ بھلا دیا تھا..... لیکن وہ چہرہ، وہ حسین پیکر وہ نغماتی آواز اسے اپنے راستے سے بھٹکا کر اس کے ہاتھ سے کسی ریشمی پیرہن کی طرح پھسل گئی۔ اور اس کے لمس کا تصور ہی باقی رہ گیا۔ ایک عرصے تک وہ اس تصور کی جستجو میں سرگرداں رہا۔ لیکن وہ سراب تھا ہاتھ نہ آیا ——— ٹوبر بھٹک کر رہ گیا۔ اور کامیابی کے خواب اور نصب العین کی وہ بلندیاں جن پر اس نے کبھی اپنی امنگوں کے محل تیار کئے تھے کھنڈروں میں تبدیل ہو گئیں..... اس وقت سے وہ محض جینے کی خاطر جی رہا تھا۔ محض زندہ رہنے کی خاطر کام کر رہا تھا۔ سڑکیں بناتا۔ جھلی اٹھاتا، بوجھ کھینچتا، لاریاں چلاتا، مختصراً کوئی کام بھی اس کے لئے باعثِ عار نہیں تھا ——— کام تو بس جینے کا ایک ذریعہ تھا اور وہ جی رہا تھا۔ انہی کشمکش میں اس کی ملاقات ٹیل سے ہوئی تھی، جو اپنی عجیب و غریب شخصیت کی وجہ سے اپنے اندر زندگی کی غیر معمولی حرارت کے باعث اسے متاثر کئے بغیر نہ رہ سکا تھا، اور پھر لیو کی جس کی نگاہیں زندگی کی گہرائیوں میں اتر رہی تھیں، روح کا راز جاننا چاہتی تھیں ——— ان دونوں ہستیوں میں ٹوبر کو اپنے دوست نظر آئے حالانکہ اب اس کا اپنا کوئی نصب العین نہیں رہا تھا۔ زندگی کے تمام مقاصد فوت ہو چکے تھے۔ تاہم وہ ان دوستوں کو عزت اور احترام کی نگاہوں

سے دیکھتا تھا۔

شیلؔ کے سوال نے کہ ایمان کیا ہے۔ یقین کے کیا معنی ہیں، ٹوبرؔ کی روح کو اچانک مضطرب کر دیا اور وہ سوچنے لگا کہ یہ شخص، یہ حقیر مخلوق، یہ پست فطرت کمینہ انسان نہیں جانتا کہ اس کا ایمان کتنا مستحکم ہے؛ یہ نہیں جانتا کہ اس کا یقین اس کا عقیدہ ہی زندگی کا راز ہے۔ کائنات کا سرچشمہ ہے۔

"ایمان اور یقین زندگی کا دوسرا نام ہے شیلؔ۔ یقین ہی زندگی ہے۔ پادری ٹھیک کہتا تھا، ایمان سب سے بڑا انعام ہے۔"

"لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں ٹوبرؔ کہ بوڑھا پادری مجھے یہ انعام، میرا مطلب ہے ایمان اور یقین کس صورت میں دینا چاہتا تھا۔ سمجھے تم؛ یعنی کہ اس کی شکل کیا ہوتی؛"

عین اس وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور ہوا بین کرنے لگی

دروازہ پھر بند ہو گیا

ہوا کا شور پھر خاموشیوں میں ڈوب گیا

شیلؔ کے ہاتھ سے مچھلی کا پیکٹ چھوٹ گیا

ٹوبرؔ ٹھٹھک کر رہ گیا

لیوکیؔ اور جونیؔ !!

لیوکیؔ اپنے بائیں ہاتھ سے جونیؔ کو سہارا دیئے کھڑا تھا۔ جونیؔ کا دایاں بازو لیوکیؔ کے کندھوں پر تھا

"میرا ہاتھ ہٹاؤ ٹوبرؔ۔ جلدی کرو جلدی۔"

شیل جلدی سے ایک آرام کرسی آگ کے قریب کھینچ لایا
"یہ نہیں۔ یہ نہیں۔ دوسری۔ بڑی!! لیوکی نے اپنی آنکھوں سے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کیا

انہوں نے اسے کرسی پر لٹا دیا۔ اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا اور بت بنے جونی کے زرد چہرے کو تکنے لگے

جونی کی دھندلی مبہم نگاہیں ان کے چہروں کا جائزہ لیتی معلوم ہو رہی تھیں۔
"کچھ کرو ٹوبر" لیوکی نے کہا "اس کے زخم دھوؤ۔ مرہم پٹی اس کی۔ جلدی۔ جلدی....."

(۱۴)

شیل پانی کھولانے لگا
لیوکی رنگ ملانے لگا
اور ٹوبر جونی کے زخموں کا معائنہ کرنے لگا
جلدی کرو ٹوبر۔ صاف وات کر کے جلدی سے پٹی باندھ دو
"تاکہ تم اس کی تصویر بنا سکو۔ اسی لئے نا۔ تم کس قدر سنگدل انسان ہو لیوکی۔ مرہم پٹی کے بعد یہ تمہارا موڈل نہیں بنے گا بلکہ سیدھا ہسپتال جائے گا۔"
"ٹوبر" لیوکی نے کہا "اس کی آنکھوں میں دیکھو! اس کی نگاہیں موت کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ زندگی سے اب اس کا کوئی سروکار نہیں۔ اس کے جسم کو بچانے کی کوشش بے کار ہے۔"

Taj Tahir Foundation

"پاگل! دیوانہ!"

"اس کی آنکھیں کچھ کہہ رہی ہیں ٹوبر ـــــ ان کی دھندلاتی ہوئی پتلیاں اس کی روح کی آئینہ دار ہیں۔ میں ان آنکھوں کے راز کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لینا چاہتا ہوں..... کاش مجھے صرف دو گھنٹے مل جائیں ٹوبر۔ صرف دو گھنٹے....."

"دو گھنٹے دیوانے! پٹی کے بعد میں اسے فوراً ہسپتال لئے جا رہا ہوں۔ اگر یہ وقت پر ہسپتال پہنچ گیا تو شائد اس کی زندگی بچ جائے۔"

"کس لئے؟ تختۂ دار کے لئے!"

"مجھے صرف اس کے جسم کا خیال ہے۔ میں اسے تندرست دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کیا ہوگا، اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"اور مجھے اس کی روح سے سروکار ہے جو زندہ ہے اور جس کی گہرائیوں میں کائنات کے راز پنہاں ہیں ـــــ دیکھو! اس کی آنکھوں کی طرف دیکھو! ان کی دھندلی پتلیوں میں زندگی کے بھید تیر رہے ہیں....."

کینوس پہ لیو کی کا برش تیزی سے حرکت کرنے لگا..... اور ٹوبر نے دیکھا کہ رنگوں کی دنیا سے ایک عجیب و غریب، ایک مبہم سا سایہ ابھر رہا ہے....

"سو تم سمجھتے ہو کہ آج تم زندگی کا راز جان جاؤ گے؟ ـــــ دیکھنا تم کوئی ایسی چیز نہ ڈھونڈ لو جو تمہاری سمجھ سے باہر ہو۔" ٹوبر نے اپنے ہاتھ کاربولک سوپ سے صاف کرتے ہوئے کہا

"ایسی کوئی چیز نہیں۔ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا دیکھ رہے ہو تم؟"

"زندگی کا راز ——— اس روح کا راز جسے معلوم ہے کہ وہ موت سے ہم کنار ہونے کو ہے۔"

ٹوبر ہنس پڑا:

"سر پھرا۔ دیوانہ....."

کمرے پر خاموشی چھا گئی ..... ٹوبر جونی کی مرہم پٹی میں مصروف ہو گیا۔ اور لیوکی کا برش کینوس کی سطح پر تیزی سے حرکت کرنے لگا.....

یکایک جونی کے جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ آنکھیں پہلے سے زیادہ کھل گئیں۔

ٹوبر، لیوکی اور شیل چونک پڑے۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے جونی ان کی سن رہا تھا، سمجھ رہا تھا اور کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ ہمہ تن گوش بن گئے۔

لیکن جونی کے حلق سے درد و کرب کی ایک خوفناک آواز ابھری اور قریب ایک للکار کی شکل اختیار کر کے ڈوب گئی۔ اور اس کا جسم جس میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے تھے پھر اپنی پہلی حالت پر آگیا ———

ٹوبر چونک پڑا:

"میرے کمرے کی الماری میں ایک فلائیک ہو گی شیل۔ وہ جلدی سے لے آؤ۔"

(۱۵)

لیوکی کے سٹوڈیو میں جونی کو ایک ناقابلِ بیان سی آسودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ .... آگ کی حرارت، آرام کرسی کی گرم گود اور ٹوبر کی طبی توجہ نے اس کے شعور

کو پھر جھنجھوڑ دیا تھا..... لیکن اس کی یاد پر بھول کی دھند چھا رہی تھی، خواب کا دودھیا دھواں لہرا رہا تھا، فراموشی کا کہرا تیر رہا تھا۔ اُسے یاد تھا کہ ابھی ابھی شائد وہ کسی شراب خانے میں تھا اور جیسے وہاں اس نے ایک عمر گزاری تھی..... لیکن کیوں؟ کس لئے؟..... یہ یاد نہیں آ رہا تھا..... پھر شراب خانے کا وحشیانہ شور تھا۔ اس شور میں اسے اپنی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ اس کا احتجاج۔ درندگی اور بربریت کے اس شور کو جو اس کے کانوں سے ٹکرا رہا تھا دعوتِ مبارزت ـــــ للکار اور پھر جیسے اس شور میں شیشیوں کے ٹوٹنے اور دھماکوں کی آوازیں مل گئیں..... چند ہاتھوں نے اسے اٹھایا ـــــ سرد ہوا کا طوفان..... اور پھر یہ حرارت یہ آسودگی، یہ توجہ، یہ خاموشی۔ تین چلتے پھرتے آدمی۔ لیو کی کے سٹڈیو کی دیواروں سے جھانکتے ہوئے جھکے ہوئے چہرے۔ مرد اور عورتیں۔ بوڑھے اور نوجوان!!! ان چہروں کے نقوش میں اسے اپنی زندگی کا معمّا نظر آ رہا تھا۔ وہ سب چہرے اس سے کچھ سوال کر رہے تھے۔ کچھ کہہ رہے تھے.....

"ہم کون ہیں؟ کیا ہیں؟ ہماری زندگی کا راز کیا ہے؟ یہ دنیا کیا ہے جس پر ہم جی رہے ہیں؟ یہ کائنات کیا ہے؟ نظامِ شمسی کیا ہے؟ چاند کیا ہے؟ تارے کیا ہیں؟ کیا یہ بھی دنیائیں ہیں، ہماری زمین کی طرح سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور ابر پاروں کی دنیائیں؟ کیا ان میں بھی لوگ رہتے ہیں؟....."

اور وہ سوچنے لگا کہ یہ سوالات اَن گنت صدیوں سے انسان کے ذہن میں آ رہے ہیں۔ ہر شخص ان سے آشنا ہے۔ لیکن اسے یقین نہیں کہ ان کے جواب جو اسے سوجھ رہے ہیں غلط ہیں یا درست ہیں۔ انسان کو اپنے آپ پر، اپنے ذہن پر

اپنے ایمان پر بھروسہ نہیں — وہ بے یقینی کے عالم میں مبتلا ہے۔ چنانچہ ساری انسانیت تذبذب اور متضاد کرداروں کی حامل ہے اور سوال کر رہی ہے، سمجھے سلجھا رہی ہے، بھید پوچھ رہی ہے ..... اسے یوں محسوس ہوا کہ دیواروں کے چہرے اور جھک آئے ہیں، اُن کے لب تیزی سے حرکت کر رہے ہیں اور وہ اپنے سوالات کا فوری جواب چاہتے ہیں —— فوری جواب! انہیں انتظار کی فرصت نہیں۔ وقت تنگ ہے .....

سوال کی اس شدت سے جوتی کی روح تلملا اُٹھی، چیخ اُٹھی ..... اور وہ اپنے تمام قوائے ذہنی سے اس گتھی کو سلجھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس کے شعور پر پھر دھند تیرنے لگی۔ اس کے ذہن میں ایک بے آواز طوفان برپا ہو گیا۔ جس کی آغوش سے زندگی کے بے شمار مناظر ایک غیر مربوط تسلسل سے اُبھرنے لگے ..... اور وہ سوچنے لگا .....

"سب انسان ایک سے ہیں ..... ہم سب حسین قوتوں کے مالک ہیں ..... لیکن ہمیں اپنے پر بھروسہ نہیں .... اس بے یقینی نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا اور ہماری زندگی ایک سعیٔ لاحاصل بن کر رہ گئی ہے ..... زندگی جو عجیب و غریب بے ہودہ، لایعنی اور تلخ خواہشوں کی جستجو میں غارت جا رہی ہے ....."

اور اس کی روح ان لمحوں کو رونے لگی جن میں اس کی حسین صلاحیتوں کو پنپنے کے امکان تھے لیکن بے یقینی نے انہیں کھو دیا تھا۔ اور اس نے چاہا کہ لیوکی، شیل اور ٹوبر کو بھی اس راز سے آگاہ کرے۔ انہیں روح کی حسین صلاحیتوں سے آشنا کرے اور انہیں ایمان و ایقان کا مطلب سمجھائے —— لیکن زندگی

کے اس تحیر سے وہ اس وقت آشنا ہوا تھا جب اس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی تھی ..... لیکن اسے یقین تھا کہ جلد یا بدیر انسانیت اس راز سے ضرور آشنا ہو جائے گی درد و کرب، اذیت، بے چینی کی تاریکیوں کے بعد ایک دن ایمان و ایقان اور امن و آشتی کی سحر نمودار ہوگی ——

لیکن درد پھر اٹھا۔ خوف پھر جھپٹا اور اسے یاد آیا کہ وہ ایک مجرم ہے۔ باغی، قاتل، مفرور..... زخمی، قریب المرگ !!! وہ ڈر گیا۔ اس نے اٹھنا چاہا۔ لیکن درد نے اسے پھر دبوچ لیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

(۱۶)

برانڈی سے جو قدرے پھر سنبھلا لیکن موت کے خوف نے اسے پھر نڈھال کر دیا۔ اور اس کی نیم وا آنکھوں پر پھر بے ہوشی کی دھند پھیل گئی

"ہسپتال کے سوا کوئی چارہ نہیں" ٹوبر نے فیصلہ کن انداز میں کہا

"وہاں کیا ہوگا؟"

"اس کی رگوں میں نیا خون داخل کیا جائے گا۔"

"فائدہ؟"

"نئے خون سے اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔ شائد بچ جائے۔"

"میں اس کے فانی جسم کی بات نہیں کر رہا ——"

"مجھے صرف اس سے سروکار ہے۔ انسانی مقدر اور روح کے جھمیلوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

Taj Tahir Foundation

"روح لازوال ہے ——"

"یہ بھی ایک فریب ہے۔"

"فریب نہیں، حقیقت۔ میں اسے ثابت کر کے دکھاؤں۔ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔"

ٹوبر نے ایک طنز بھرا قہقہہ لگایا۔ کینوس کی سطح پر لیوکی کے برش کی حرکت اور تیز ہو گئی..... ٹوبر نے دیکھا کہ کینوس کی سطح پر رنگوں کی آغوش سے ایک عجیب و غریب شکل نمودار ہو رہی ہے، جس کے نقوش کوئی بھید کہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"اس تصویر کی خاطر تم اس کی زندگی چھین رہے ہو۔" ٹوبر نے کہا

"کیا تم اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ کوئی دوائی، کوئی انجکشن۔"

"تاکہ تمہارا موڈل تمہارے سامنے رہے۔ تم اپنا شہ کار مکمل کر سکو۔ دیوانے آدمی!"

اور اس نے لیوکی کے گریبان پہ ہاتھ ڈال کر اسے کینوس کے سامنے سے کھینچ لیا:

"اپنے پاگل پن کی خاطر تم اس کی جان لے کر رہو گے....."

قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی لیکن شیل نے انہیں چھڑا دیا

"ارے رے رے۔ یہ کیا۔ تم دونوں ہی ایک دوسرے سے الجھنے لگے...."

کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی

ٹوبر دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا

لیوکی کا برش پھر کینوس کی طرف بڑھا

شرم آنی چاہیئے تم دونوں کو ـــــ ایک کہتا ہے "ہسپتال جائے گا"۔ دوسرا کہتا ہے "نہیں جائے گا" ـــــ ایک اس کی روح کی جستجو میں ہے اور دوسرا جسم کی صحت چاہتا ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم مہذّب ہیں۔ ہسپتال بھیجنے کا مطلب ہے کہ پولیس کے حوالے کر دیا اور یہاں رکھنے کا مقصد ہے کہ موت کے منہ میں جھونک دیا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ کرنا کیا ہے ایسے میں۔ اور تم ہو کہ آپس میں ـــــ"

"تصویر مکمل ہو جائے تو تم اسے ہسپتال لے جاؤ" لیوکی نے کہا

"اس وقت یہ کہیں اور نہ پہنچ چکا ہوگا" ٹوبر نے جواب دیا "اور پھر پولیس سے نم نپٹنا ـــ مگر یہ ہی بلا سے۔ کوٹلوں کی دلالی میں منہ کالا..... مجھے کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ مصیبت مول لیتا پھروں ـــــ تم جانو اور تمہارا کام ـــ بندہ تو چلا۔"

ٹوبر کے جانے کے بعد لیوکی پھر اپنے کام میں منہمک ہو گیا، اور برش کی ہر جنبش کے ساتھ تصویر کی زبان زیادہ متکلم ہوتی گئی

"مگر سنو تو لیوکی میں سوچ رہا ہوں کہ اگر....."

"خاموش ہو جاؤ" لیوکی نے شیل کو ڈانٹ دیا

"اوہ، ذرا سُن تو لو ـــــ میں سوچ رہا ہوں کہ تصویر مکمل ہو جائے گی تو موڈل کا کیا بنے گا؟".....

"چپ ہو جاؤ میں کہہ رہا ہوں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ سور ہو جا کر۔

نہیں تو ہڈی پسلی ——"

"اچھا بابا۔ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ ویسے بات ہے سوچنے کی ...."

لیکن لیوکی کی تیوری پھر چڑھ گئی

شیل بھاگ گیا۔

شیل کے جانے کے بعد سٹڈیو پر مکمل خاموشی چھا گئی، اور لیوکی کا برش تیزی سے حرکت کرتا گیا

باہر ہوا میں بھر رہی تھی

معاً لیوکی کو کچھ خیال آیا اور جوئی کے کان کے قریب جھک گیا

"جوئی!"

جوئی کا چہرہ زرد تھا۔ لیوکی نے دوبارہ اس کا نام پکارا:

"جوئی!"

جوئی کے جسم میں ایک جھرجھری پیدا ہوئی اور سرخی بن کر اس کے چہرے پر چھا گئی۔ اس کے ہونٹ ہلے جیسے کچھ کہہ رہا ہے، لیکن کوئی آواز نہ سنائی دی.... اس کی آنکھوں سے اس کے خیالات کی گہرائیاں چھلک رہی تھیں۔ لیکن چہرے کی جھریاں انتہائی درد و کرب اور غم و غصہ کی ترجمانی کر رہی تھیں

لیوکی کے ہاتھ سے برش گر پڑے

جوئی انتہائی کوشش کے بعد کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا

"گھبراؤ نہیں جوئی" لیوکی نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ تمہیں سردی محسوس ہو رہی ہوگی میں تمہارا کوٹ لاتا ہوں۔ شائد....."

لیوکی کی آواز خوف کی گہرائیوں میں ڈوب گئی۔ اسے محسوس ہوا جیسے جوّنی نے یکایک کسی دیو کی قامت اختیار کرلی ہے

اب وہ لڑکھڑاتا ہوا لیوکی کی جانب بڑھ رہا تھا

لیوکی اس کے سامنے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہوگیا

جوّنی پھر اس کی جانب بڑھا

"مجھے جانے دو!"

یہ جوّنی کی آواز تھی۔ بلند، ہیبت ناک۔

لیوکی اور بھی سہم گیا:

"ضرور، ضرور — کوٹ پہن لو، باہر سردی ہے ....."

"دروازہ کھولو ..... اور .... مجھے جانے دو ....."

(۱۷)

طوفانی رات کی فضاؤں میں برف کے گالے نشتروں کی طرح اڑ رہے تھے۔ اور جانے پہچانے منظر ہر آن اپنی ہیئت بدل رہے تھے — خوابوں کی دنیا تصورات کے سائے۔ نیلے سفید اور سیاہ، سرمئی اور دودھیا ..... اور "فانٹیزی" کی اس فضا میں، طوفانی رات کی اس سٹیج پر جوّنی کسی شرابی کی طرح لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا

اسی سٹیج پر ایک اور کردار نمودار ہوا۔ مختصر الوجود لیکن تیز رفتار۔ بے قرار، متجسّس یہ شیلی تھا — یہ معلوم کر کے کہ جوّنی چلا گیا ہے، وہ بجلی کی سی سرعت سے اس کے

پیچھے لپکا تھا

"جونی!" اس نے جونی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ٹوبر اور لیو کی کے ہاتھ سے تو تم نکل آئے ہو لیکن شیل سے بچنا محال ہے..... آؤ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں بوڑھے ٹوم کے یہاں لئے جا رہا ہوں، جہاں ایک نوجوان خاتون تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

جونی اس کے ساتھ ہولیا۔ لیکن چند قدم چل کر رک گیا

"رک گئے۔" شیل نے کہا، "ٹھیک سردی ہے نا — یہ لو۔ برانڈی — پی جاؤ۔ بس بس، زیادہ نہیں — آؤ اب۔ شاباش....."

برف جو پہلے نشتروں کی طرح گر رہی تھی اب تیز تیکھی نکیلی سوئیوں کی بوچھار بن گئی — سوئیاں جو جسم کی گہرائیوں میں دھنستی چلی جا رہی تھیں۔ منظر ہر قدم پہ بدل رہا تھا۔

پولیس کی گشتی ٹولیوں سے بچتا بچاتا، راہگیروں کو جونی کے محض ایک شرابی ہونے کا یقین دلاتا، شیل جونی کو اپنی منزلِ مقصود کی طرف لئے جا رہا تھا۔ لیکن معاً ایک موڑ پر ایک خوش پوش آدمی نے جونی کو پہچان لیا:

"ارے یہ تو وہی ہے! جونی!"

"نہیں مسٹر نہیں۔ یہ تو کوئی شرابی ہے جسے جی بھر کر پینے کو مل گئی ہے مفت کی..."

..." شیل نے اس کا شبہ دور کرنے کو کہا۔

لیکن اجنبی شیل کی باتوں میں نہ آیا

"میں اسے خوب پہچانتا ہوں بھائی۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔"

شیلی ڈر گیا

"ہوں! تو یہ بات ہے۔ یہی ہے جونی۔ پھر تو یہاں سے بھاگنا چاہئے مسٹر۔ ہم دونوں کو۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی۔ ورنہ پولیس دونوں کو دھر لے گی۔"

شیلی بھاگ کر سایوں میں غائب ہو گیا۔ لیکن تھوڑے توقف کے بعد پھر لوٹا اور اس نے ایک کھمبے کی اوٹ سے دیکھا کہ اجنبی میدان خالی پا کر دو ایک پولیس کی گشتی پارٹی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

موقع پا کر شیلی کھمبے کی اوٹ سے نکلا اور جونی کو بازو سے پکڑ کر قریب قریب کھینچتا ہوا ایک کوٹھی کے باغیچہ میں لے آیا

"بات کچھ بگڑتی نظر آ رہی ہے جونی —— وہ پولیس چوکی کی طرف گیا ہے۔ وہی جو ہمیں ابھی ابھی ملا تھا۔ پہچان لیا ہے اس نے تمہیں —— اچھا، دیکھو شائد کوئی سبیل نکل آئے —— دیکھو اب میں پادری اور اس خاتون کو لانے جا رہا ہوں جو تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ سمجھے جونی! ہاں۔ اتنے تم یہیں اس جھاڑی کی اوٹ میں رہو۔ دیکھو! باہر نہیں نکلنا۔ سمجھے۔ ہاں....."

(۱۸)

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی اور پادری آتشدان کے سامنے بیٹھا شام کے واقعات پر غور کر رہا تھا —— ایگنس، انسپکٹر شیلی..... ان میں سے ہر ایک کا فلسفہ بار بار اس کے ذہن میں آ رہا تھا۔ اس کی معمر خادمہ نے اسے کئی بار آرام کرنے کو کہا تھا لیکن بے سود..... اسے معلوم ہوا تھا کہ ایگنس واپس

واپس آنے کا وعدہ کر کے جا چکی تھی۔ اور وہ سوچ رہا تھا وہ جوئی کو کس قدر چاہتی ہے اور موت کے بعد بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار ہے ..... پھر اسے شیل اور اس کے انعام کا خیال آیا ..... اس کے بعد وہ اس فرض شناس انسپکٹر کے بارے میں سوچنے لگا جو شائد اس وقت اس کی راہ دیکھ رہا تھا ..... وہ اس دنیا کے گورکھ دھندے پر غور کر رہا تھا، اور اسے نیند نہیں آ رہی تھی

"شیل آپ سے ملنا چاہتا ہے" خادمہ نے اطلاع دی

بوڑھا پادری چونک پڑا ـــــ شیل آیا تھا۔ شائد اس نے جوئی کو ڈھونڈ لیا تھا۔ شائد وہ اس کے ساتھ ہی ہو .....

پادری دروازے کی طرف بڑھا

"ہاں شیل .....؟"

"میں اسے ابھی وہاں چھوڑ کے آیا ہوں ..... چوک کے پاس ..... اور اگر۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہو گئی تو اسے وہیں ہونا چاہئے۔ میں نے کہا تھا کہ یہیں ٹھیرو جوئی۔ ہم ابھی آتے ہیں .... یعنی کہ آپ اور وہ، وہ خاتون"

"ایگنس!" پادری نے آہستہ سے کہا، اور پھر خادمہ سے مخاطب ہوتے ہوئے "کہاں ہے ایگنس؛ کدھر گئی تھی، کتنی دیر میں آنے کو کہا تھا؛ مجھے اونگھ آئی تھی تو جگا دیا ہوتا نہ جانے وہ اس وقت کہاں ہو گی؟"

دروازے پر پھر دستک ہوئی

"شائد وہی ہو ایگنس۔" خادمہ نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی

"اور میرا انعام نہ بھول جائیے گا۔" شیل نے پادری سے کہا

Taj Tahir Foundation

"انعام؟"

"ایمان..... یقین جو دولت سے بہتر ہے....."

شیلؔ کے خلوص سے، شیلؔ کے ایمان سے بوڑھا پادری چکرا گیا....

"میں اپنا وعدہ پورا کروں گا شیلؔ۔"

اس نے دروازے کی طرف دیکھا تو ایگنسؔ انتظار کر رہی تھی

"میں ابھی آیا ابھی۔ کپڑے پہن کے....."

پادری نے خادمہ سے اپنا بڑا کوٹ، مفلر اور بوٹ مانگے اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھا

ایگنسؔ نے شیلؔ کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آؤ۔ اس کی نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ وقت کم ہے۔ پادری تیار ہو کر آیا تو وہ جا چکے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے ہو لیا

(۱۹)

ایگنسؔ چلتے چلتے رک گئی:

"یہ راستہ چوک کو نہیں جاتا۔" اس نے شیلؔ سے کہا

"لیکن صرف یہی راستہ پولیس سے خالی ہے

ایگنسؔ سمجھ گئی کہ شیلؔ پولیس کی زد سے بچ کر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے اور اس کے قدم پھر آگے اُٹھے۔

اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ شیلؔ اس کا ساتھ نہ دے سکا۔ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ اس کے پیچھے پیچھے گھسٹ رہا ہے۔ تاہم اس نے اپنی کوشش جاری رکھی۔

Taj Tabir Foundation

..... اِس کوشش میں اس کے جوتے کا فیتہ ٹوٹ گیا اور جوتے کا ایک پاؤں اُتر کر برف میں گرا اور اندھیرے میں آنکھ اوجھل ہوگیا۔ شیلؔ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ایگنسؔ بہت آگے نکل چکی تھی۔

دفعتًا رات کی پراسرار فضاؤں میں ایک ہیبت ناک آواز بلند ہوئی جیسے کوئی کسی کو پکار رہا ہے، للکار رہا ہے۔

شیلؔ ششدر رہ گیا

یہ جونؔ کی آواز تھی

شیلؔ کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا

"اب وہ اسے نہیں چھوڑیں گے"

جونؔ کی آواز پھر سنائی دی۔ پہلے سے زیادہ بلند۔ زیادہ ہیبت ناک

شیلؔ کی روح میں امید کی آخری چنگاری بھی بجھ گئی۔ لیکن دفعتًا اسے قدموں کی چاپ نے چونکا دیا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو بوڑھا پادری تھا

"کیا ہوا؟" پادری نے پوچھا

"میرا جوتا گم ہوگیا ہے"

"ہوں ـــ اور ایگنسؔ؟"

لیکن شیلؔ اس سوال کا جواب نہیں دے پایا تھا کہ چوک کی طرف سے ہمہمی سنائی دی جو بجلی کی سی سرعت سے بلند ہوتی گئی، حتیٰ کہ سیٹیاں بجنے لگیں۔ شور، دوڑتے قدموں کی آوازیں، احکامات ..... اور پھر فائروں کی آواز فضا میں گونجی جس کے ساتھ ہی پولیس کے احکامات کی آوازیں مدھم پڑ گئیں .....

Tai Tahir Foundation

پادری ان آوازوں کے منبع کی طرف بڑھا
شیلی ساتھ تھا

(۲۰)

شیلی کے جانے کے بعد جوتی پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ لیکن کچھ دیر میں اُسے پھر ہوش آگیا۔ وہ جھاڑی کی اوٹ سے نکلا اور اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی برف باری کے بعد رات کا منظر! آدم نہ آدم زاد! حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا ویرانہ! تنہائی کے احساس نے اسے متوحشت کر دیا ـــــ لیکن رات کی اس اداس خاموشی میں یہ قدموں کی چاپ کہاں سے آرہی تھی؟ کسی انسان کی آواز؟ جوتی نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا

اس کے ہونٹ ہلے لیکن آواز سرسرا کر رہ گئی۔

اس نے پھر کوشش کی۔ ایک لمبا سانس لیا اور اپنی تمام آواز سے چیخ اٹھا

اپنی آواز کی بازگشت سن کر اس کا دل باغ باغ ہوگیا

لیکن یہ آواز اسے نڈھال بھی کر گئی۔ اس نے قدم اٹھانا چاہا لیکن اس کے پاؤں برف ہو چکے تھے، قریب قریب بے جان تھے ـــــ اس نے اپنی سماعت پر پھر زور دیا۔ وہ ایک بار پھر انسانی قدموں کی چاپ سننا چاہتا تھا جس نے ابھی ابھی اس کے دل کو ڈھارس دی تھی۔

اس نے پھر ایک لمبا سانس لیا اور رات کا سناٹا پھر ٹوٹ گیا

اپنی آواز کی گونج سے اس کا خوف دور ہوگیا اور اس کی روح کا بجھتا ہوا شعلہ

پھر شوخی سے بھڑک اُٹھا۔ اس کی آواز فتح و نصرت کی آواز تھی، ظفر مندی کا نعرہ۔ ان بے بنیاد وسوسوں اور توہمات پر اس کی جیت کا گیت..... لیکن یہ آواز اسے نجف و نزار چھوڑ گئی اور جب اس کے کانوں میں دوڑتے ہوئے قدموں، پولیس کے احکامات اور سیٹیوں کی آوازیں آئیں تو اپنی تمام قوتِ ارادی کے باوجود وہ بھاگ نہ سکا

وہ جان گیا کہ انجام آپہنچا۔ اور وہ نہایت افسوس کے ساتھ سوچنے لگا کہ اس کا انجام بھی اس کی زندگی کی طرح کتنا خوف ناک ہے۔ لیکن جب اسی احساس کی شدت کم ہوئی تو وہ تن بہ تقدیر، مایوس، ناامید، حیران، ششدر، نحیف و ناتواں، خاموش کھڑا انجام کا انتظار کرنے لگا۔

آوازوں کے ہجوم نے اسے اپنے نرغے میں لے لیا..... اس کے شعور میں دھند پھیلنے لگی..... معاً اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے قریب کھڑا ہے اور اسے جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ دھند ذرا کی ذرا ہٹی اور اسے ایک عورت کا چہرہ نظر آیا ــــ اس نے اسے کہیں دیکھا تھا۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آرہا تھا۔ اس کا نام کیا تھا؟..... چہرہ قریب آگیا اور اس کے ذہن میں ایک بار پھر وہی کیفیت بیدار ہوئی جسے وہ اس زمانے میں محسوس کیا کرتا تھا جب وہ اس عورت کو جانتا تھا ــــ اس ساعت اس نے ایک آواز سُنی۔ اس عورت کی آواز ــــ وہ اسی کا نام لے رہی تھی

عورت کی بانہیں اس کی گردن کے گرد حمائل ہوگئیں۔ ہونٹ اس کے ہونٹوں سے چھوئے۔ ان کی گرمی سے اس کی زندگی پھر لوٹ آئی۔ دھند کا پیرہن چاک ہوگیا۔ اور اس کی روح پر ایک ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوئی جس کا اسے پہلے کبھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اس کی روح سرشار ہوگئی۔ لیکن دھند کا بادل پھر اُبھرا اور پھیل گیا۔ پولیس

قریب آ رہی تھی۔

ایگنس کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف گیا اور پھر برقی سرعت کے ساتھ جوانی کے دل کی طرف بڑھا ——— ایک فائر! ——— ہاتھ مڑا ——— دوسرا فائر! اور دونوں ایک ساتھ زمین پر آ رہے۔

"دونوں ختم ہو گئے۔" انسپکٹر نے اپنی ٹوپی اتارتے ہوئے کہا

بوڑھا پادری گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا

"وہ اسے چاہتی تھی۔" پادری نے کہا

"مار ڈالا....."

یہ نسیم کی آواز تھی۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں سے خوف ہویدا تھا

"نہیں۔" پادری نے کہا، "بچا لیا!"

Taj Tahir Foundation

چودھری مختار علی پرنٹر پبلشر نے الہ دد پریس لاہور سے چھپوا کر مکتبہ اردو بیرون موچی گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

ابو سعید قریشی

ایک مسلم الثبوت اور اونچے پائے کے

ناول نگار ہیں

ابو سعید قریشی کے دو ناول

ڈرپوک —— تہمت

انسانی فطرت کے خاص پہلوؤں کی نفسیاتی توضیح

جو بیک وقت تلخ بھی ہے اور بصیرت افروز بھی

Taj Tahir Foundation

ڈرپوک — دو روپے

تہمت — اڑھائی روپے

مکتبۂ اردو - لاہور

چند ناول

جنہوں نے اردو ادب میں بیش بہا اضافہ کیا ہے

ٹیڑھی لکیر	عصمت چغتائی	۵ ۸ ۰
جنگل روتے ہیں	اے ۔ حمید	۴ ۰ ۰
جھیل اور کنول	اے ۔ حمید	۴ ۰ ۰
ڈرے	اے ۔ حمید	۴ ۰ ۰
نئی پود	مترجم، انتظار حسین	۳ ۸ ۰
بامبی	مترجم، ظہور الحسن ڈار	۲ ۰ ۰
نگری نگری پھرا مسافر	نثار عزیز	۵ ۰ ۰

اور ناولٹ

جن کا ادبی دنیا نے بڑی مسرت سے خیر مقدم کیا ہے

جہاں بارش ہوتی ہے	اے ۔ حمید	۲ ۴
بارش آ گئی	اے ۔ حمید	۱ ۸ ۰

مکتبۂ اردو ۔ لاہور

Taj Tahir Foundation